

اس میں الائچی میں کڑوا لیں اور کیوڑہ
بھی شامل کر دیں۔

چھوہارے کا رسولہ

چھوہارے ————— ۵۰۰ گرام
دودھ ————— ایک لیٹر
چینی ————— ۲۵۰ گرام
گھی ————— ۲۵۰ گرام
کیوڑہ ————— چائے کا ۱/۲ چمچ
سبز الائچی ————— دس عدد
بادام ————— دس عدد
ترکیب: چھوہاروں کو دھو لیں، اور
پھر ان سے ان کے ٹکڑے کر کے ان کی گھلیاں
نکال دیں۔ اب چھوہاروں کو دودھ میں بھگو
دیں۔ ایک گھنٹہ بعد انہیں دودھ میں
پکا کر خشک کر لیں۔ چھوہارے جب
ٹھنڈے ہو جائیں تو سیل پرائیوٹس با ریک
پیس لیں۔ پھر تیلی میں الائچی ڈال
کر گھی کرکڑائیں اور اس میں چھوہارے
ڈال کر بھی آخ پر خوب بھونیں۔ جب اچھی
طرح بھن جائیں تو چینی ڈال کر مزید بھونیں جب
چینی کا پانی خشک ہو جائے تو کیوڑہ
ڈال کر پتیلی چمچے سے اتار لیں اور
ادھر سے بادام کاٹ کر چھڑک دیں
مزہ دار طرہ تیار ہے۔

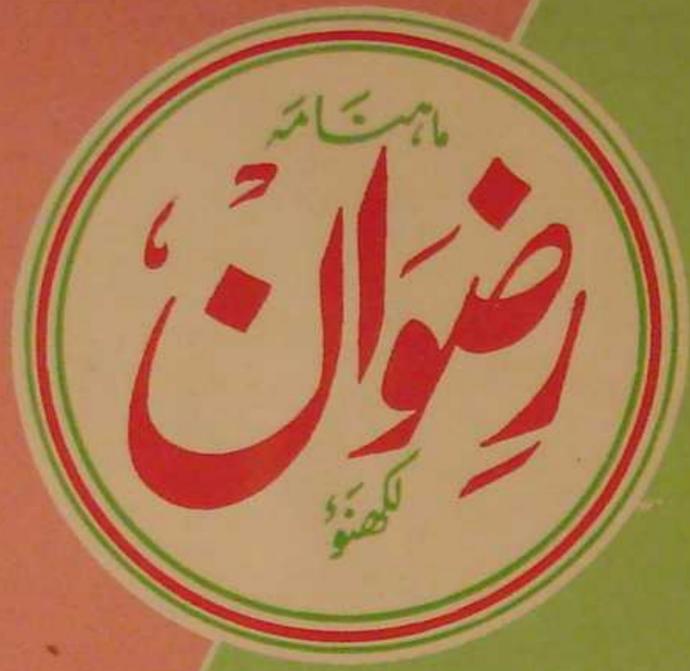


گاجر کی کھیر

اجزاء: —————
گاجر ————— ایک کلو
دودھ ————— دو لیٹر
چاول ————— آدھی پیالی
چینی ————— ایک پیالی
گھی ————— دو بڑے چمچے
سبز الائچی ————— چار پانچ عدد
بادام ————— دس بارہ عدد
کیوڑہ ————— آدھ چمچ چائے کا
ترکیب: گاجروں کو چھیل کر ان کا
درمیانی سخت حصہ نکال لیں اور گاجروں کو کروش
سے گھسی لیں۔ چاول دھو کر با ریک پیس
لیں۔ دودھ کو جوش دے کر اس میں گاجر
اور بے ہوسے چاول ڈال دیں اور چمچے
کی آگ مدھم کر لیں۔ جب گاجر میں گل جائیں
تو اس میں چینی اور گھی شامل کر دیں اور
چمچے کی مدد سے گاجروں کو ایک جان کر دیں
تا کہ وہ کیوڑہ کی شکل اختیار کر جائیں۔ اب

فالے کا شربت

اجزاء: —————
فالے ————— ایک کلو گرام
چینی ————— ۱ ۱/۲
عرق گلاب ————— ۵۰ گرام
بیٹھا جامنی رنگ ————— چٹکی بھر
ترکیب: فالے لے کر انہیں پیس
لیجئے اور کسی با ریک پٹے میں ڈال کر ان کا
عرق چھان لیجئے اور چینی کو عرق گلاب میں ڈال
کر پکائیے ایک دو جوش آنے کے بعد
فالے کا عرق اس میں شامل کر دیجئے اور
پکنے دیں جیسے اس پر میل آتا جائے
چمچے سے اتار تے جائیں جب میل ختم ہو جائے
تو جامنی رنگ پانی میں گھول کر ڈال دیجئے
ایک دو جوش آنے پر اتار لیجئے۔ اور ٹھنڈا
ہونے پر خشک بوتلوں میں بھر لیجئے۔ جب
بھی فالے کا شربت پینا چاہیں دو
چمچے ٹھنڈے پانی میں حل کر لیں۔



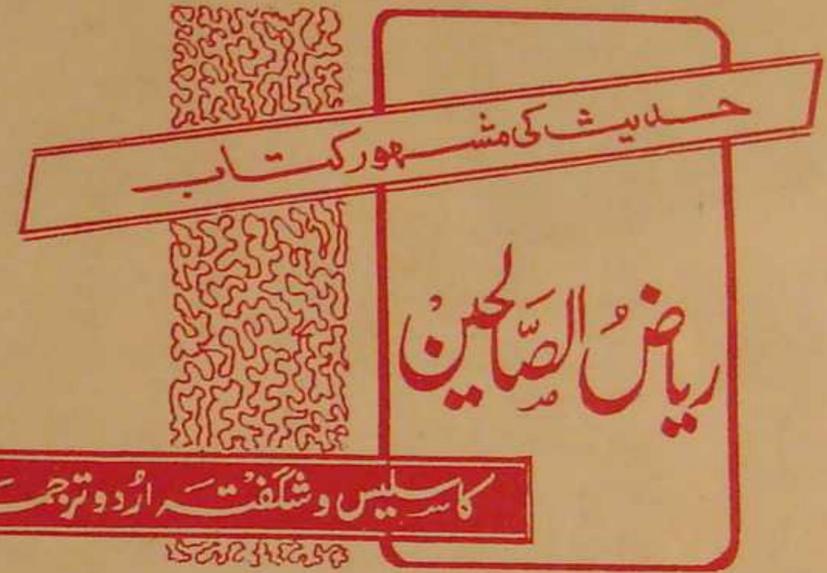
LW/NP 58

RIZWAN

R.N. 2416 | 57

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226 018.

Ph. 270406



کاسٹریس و شگفتہ اردو ترجمہ

جس میں وہ روایات ہیں جو فضائل اعمال، اخلاق، اصلاح و تہذیب اور زندگی کے روزمرہ احکام و مسائل سے تعلق رکھتی ہیں

مقدمہ

علامہ سید سلیمان ندوی



یہ کتاب

بہترین مصلحِ مرنی اور مرشد کا کام کرتی ہے
ہر عنوان کے نیچے قرآن مجید کی آیات مع ترجمہ پھر
احادیث میں ذیل عنوانات جگہ جگہ موضوع کی ہدایت
کرتے ہیں۔ بہترین کتابت
ڈوٹو آفیسٹ کی طباعت

قیمت حصہ اول / روپے۔ قیمت حصہ دوم / روپے

مترجم

محترمہ امہ السندیم (مرومہ)

6/-

مکتبہ اسلام ۱۴۲/۵۲ محمد علی لین گون روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

بیتادگار حضرت مولانا محمد شاکر حسینی رحمۃ اللہ علیہ

جوایز کا ترجمان

ماہنامہ
نکھ
نوع

جلد نمبر ۱۰
تومبر ۱۹۹۶ء
شمارہ نمبر ۱۰

Ph. 270406

سالانہ چھپندہ

* برائے ہندوستان: ۷۰ روپے
* غیر ملکی ہوائی ڈاک: ۲۵ امریکی ڈالر
* فی شمارہ: ۶ روپے

ایڈیٹر: محمد حمزہ حسینی

معاونین: امامہ حسینی، میمونہ حسینی
اسحق حسینی ندوی، جعفر مسعود حسینی ندوی

نوٹ: ڈرافٹ پر 'RIZWAN MONTHLY' لکھیں

ماہنامہ 'رضوان' ۱۴/۵۳ - محمد علی لین، گوٹن روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسینی نے مولانا محمد ثانی حسینی فاؤنڈیشن کے لئے نظامی آفٹ پریس میں لکھنؤ رضوان، محمد علی لین سے شائع کیا

اپنی دھنوں سے

اعتدال کا راستہ سب سے بہترین راستہ ہے اسی راستہ پر چل کر آدمی دین و دنیا دونوں جگہ کامیابی حاصل کر سکتا ہے کسی بھی معاملہ میں شدت پسندی اختیار کرنا ہمیشہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی ہمیں یہی سکھاتی ہے کہ اعتدال کا راستہ بہترین راستہ ہے چاہے عبادات ہوں یا سیاست یا معاشی امور ہوں۔

آج جو نت نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں اس کی ایک بڑی وجہ ہماری بے اعتدالی ہے ہم جس سے خوش ہوں گے اس کو آسمان تک پہنچا دیں گے اور جس سے ناراض ہوں گے اس کی خوبیاں بھی برائیاں نظر آئیں گی اور اسی نگاہ سے اپنے معاملات کو حل کریں گے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر مسئلہ بجائے سلجھنے کے اور الجھ جاتا ہے۔

آج یہی وجہ ہے کہ ہمارے گھریلو معاملات ہوں یا قومی و ملکی ہر مسئلہ کو پیچیدہ کیاں اور الجھاو سے پیدا ہوتے جا رہے ہیں اور کہیں بھی ہم کو سکون و اطمینان حاصل نہیں ہے۔ آج مسلمانوں کے کسی گھر خاندان محلہ کو دیکھ لیجیے وہاں انتشار اور افتراق ہی نظر آئے گا ہر شخص دوسرے کا شاکی ملے گا حقوق لینے کی بات ہوگی حقوق ادا کرنے کا کوئی ذکر نہیں ملے گا اور بڑے پیمانہ پر یہی حال مسلمان ملکوں اور جماعتوں کا ہے ہر جگہ عناد و فساد اور خون خرابہ نظر آئے گا اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اعتدال کی راہ چھوڑ دی ہے اور ہمارے مزاج میں شدت پسندی نے گھر کر لیا ہے

- اپنی بہنوں سے ۳
- ۲۳ منوبی نظام تعلیم ...
- ۲۴ بدویہ کی ممتا
- ۲۵ کتاب ہدایت
- ۲۶ سونے کا بیجاری
- ۲۷ حدیث کی روشنی
- ۲۸ متوازن غذا
- ۲۹ اسوہ صحابہؓ
- ۳۰ اہل المشرقین ... (نظم)
- ۳۱ مولانا عبدالسلام ندوی
- ۳۲ سوال جواب
- ۳۳ چند خواتین اسلام
- ۳۴ بچوں کا گوشہ
- ۳۵ اخلاص اور حسن نیت
- ۳۶ دستہ خزان
- ۳۷ اسلام انبیا کرامؑ
- ۳۸ مولانا ابوحنیفہ
- ۳۹ اسلام انبیا کرامؑ
- ۴۰ مولانا ابوحنیفہ

نبوت و رسالت

قرآن مجید جس نظام زندگی کی سازوں کو دعوت دیتا ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا اس کی پہلی بنیاد تو یہ ہے کہ خدا کے وحدہ لا شریک کی ہستی اور اس کی صفات کو اس طرح مانا جائے جس طرح کہ واقع میں وہ ہے۔ اور دوسری بنیاد یہ ہے کہ آخرت کی زندگی اور دہان کی جزا و سزا پر یقین لایا جائے جو اللہ تعالیٰ کی صفت عدل و حکمت اور شانِ حاکمیت کا لازمی تقاضا ہے اور جس کے بغیر یہ دنیا ناقص و نامکمل بلکہ محض عبث و بے مقصد تماشہ ہے۔ ان دونوں بنیادوں کے باوجود میں قرآن کریم نے جو کچھ بتلایا ہے ہم اپنے ناظرین کے سامنے کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس کو پیش کر چکے ہیں۔ زندگی کی مسیری اہم اعتقاد ہی بنیاد

سکتا ہے اس نے نبوت و رسالت کا سلسلہ بھی قائم فرمایا اور ہر زمانہ اور ہر دنیا کے ہر خطہ میں اس کی ضرورت اور تقاضے کے مطابق نبی اور رسول بھیجے، یہ سب اللہ کے پیارے اور برگزیدہ بندے تھے اور اپنے اپنے وقت میں جو ہدایت و تعلیم انھوں نے دنیا کو دی وہ بلاشبہ خدا کی سچی تعلیم تھی۔ الغرض قرآن مجید پورے زور اور اصرار کے ساتھ اس کی دعوت دیتا ہے کہ اللہ کے سب پیغمبروں پر خواہ وہ کسی زمانہ، کسی ملک اور کسی قوم میں آئے ہوں، بلا تفریق ایمان لایا جائے، سب کی سچائی اور پاکبازی کی شہادت دی جائے اور اللہ کا پیغمبر ہونے کی حیثیت سے اپنے اپنے دور اور اپنے اپنے دائرہ اور ملکہ میں سب کو واجب لاطاعت مانا جائے۔ اسی کے ساتھ قرآن مجید یہ بھی بتلاتا ہے کہ پہلے پیغمبروں کا دور ختم ہو چکا، اب دنیا کے اس دور کے لیے اللہ کے نبی و رسول حضرت محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نیز قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا بھی اعلان کرتا ہے کہ جو ہدایت و تعلیم لے کر ہم نے آپ کو بھیجا ہے وہ نہ صرف اگلے نبیوں رسولوں کی ان ساری تعلیمات پر حاوی ہے جو اپنے اپنے وقت پر لے کر آئے تھے بلکہ پچھلے پیغمبروں کی مکمل تعلیمات کا مستند اور قابل اتماد مجموعہ اب آپ ہی کی تعلیم اور

آپ ہی کی لائی ہوئی کتاب میں ہے اس لیے آپ کا اتباع اللہ کے سارے پیغمبروں کا اتباع ہے اور آپ کا انکار سارے نبیوں رسولوں کا انکار ہے پھر قرآن کریم یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ ہماری طرف سے جو جامع ہدایت و تعلیم لے کر آپ آئے ہیں وہ ایسی کامل و مکمل ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اب بھی کافی وافی ہے اور ہر قسم کی تحریف و ملادٹ کے اندیشے سے اس کی حفاظت کا انتظام بھی ہم نے کر دیا ہے اور اسی لیے نبوت و رسالت کے اس سلسلہ کو جو ابتداء دنیا سے چلا آ رہا تھا اب رسالت محمدی پر ختم کر دیا گیا ہے اور یہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نبی کامل ہونے کے ساتھ اس مقدس سلسلہ کے خاتم بھی ہیں۔ یہ ہے نبوت و رسالت کے بارے میں قرآن مجید کی دعوت کا خلاصہ اور حاصل اب اس کے تمام اجزاء اور عناصر کو قرآن مجید کی آیات میں پڑھیے۔ سورہ نحل میں ارشاد ہے،

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا
(النحل - ع ۵)

اور ہم نے بھیجے ہیں اور قوم میں رسول اور سورہ نساء میں اگلے زمانوں کے چند خاص خاص رسولوں کا نام بنا کر مذکور کرنے کے بعد فرمایا گیا،

وَدُّسَلَاةً قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ
(النساء - ع ۲۵)

میں قتل و دسلائے قصصہم علیک۔ اور ہم نے انسانوں کی طرف اور بھی بہت سے اور رسول بھیجے جن کا حال ہم نے آپ کو پہلے بتا لیا ہے اور بہت سے وہ رسول بھی جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔ اور اسی کو ع میں چند آیتوں کے بعد ارشاد فرمایا،

قَامِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
پس تم اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لاؤ۔

جو لوگ بلا تفریق اللہ اور اس کے سب رسولوں کو نہ مانیں بلکہ ان میں تفریق کریں، مثلاً اس طرح کہ خدا پر ایمان لانے کا تو اقرار اور دعویٰ کریں اور اس کے رسولوں کے منکر مولیا بعض رسولوں کو مانیں اور بعض کا انکار کریں تو قرآن کہتا ہے کہ ان کا یہ جزدی اقرار اور ایمان قطعاً معتبر نہیں بلکہ جب تک یہ سب کو نہ مانیں اس وقت تک کافر ہیں؛

سورہ نسا میں ارشاد ہے:

إِنَّمَا اتَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَيَقُولُوا قُلُوبُنَا بَعْضٌ
وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يُخْذُوا

بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا أُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ حَقًّا أَعْتَدْنَا لِلصَّٰغِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوَفَ يُؤْتِيهِمْ أَجْرَهُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا۔ (النساء - ع ۲۱)

جو لوگ اللہ کو اور اس کے سب رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ بعض کو مان کے اور بعض کا انکار کر کے اور اس کے رسولوں میں تفریق کریں اور اسی بنا پر وہ کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور وہ اپنے اس طرز عمل سے ایمان اور کفر کے درمیان کی ایک راہ نکالنا چاہتے ہیں کہ نہ سب پر ایمان ہو اور نہ سب کا انکار ہو، تو ایسے لوگ قطعاً یقیناً کافر ہیں اور ہم نے ایسے کافروں کے لیے سخت سزاؤں کا عذاب تیار کیا ہے اور جو لوگ اللہ کو اور اس کے سب رسولوں کو مانتے ہیں اور ان میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے (وہی کچھ مومن ہیں) ان کو اللہ پورے پورے ثواب دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔

اپنی پستان سے تم کو دیکھو

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے سے کم درجہ والوں کو دیکھو۔ بڑے درجہ والوں کو نہ دیکھو، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اللہ کی نعمت کو حقیر نہ سمجھو گے۔ (مسلم)

اہل صفہ کی سلامت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے اہل صفہ کے ستر آدمیوں کو دیکھا ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا کہ اس کے پاس اڑھنے باندھنے کے لیے پورا کپڑا ہوتا، کسی کے پاس صرف چادر ہوتی تھی کسی کے پاس صرف تہبند جس کو وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے، وہ کسی کے نصف پنڈلی تک پہنچتا اور بعض کے ٹخنوں تک، وہ اپنے ہاتھ سے پکڑے رہتے تھے کہ کوئی برہنہ نہ دیکھے۔ (بخاری)

لوہیہ پیمہ کا بندہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دینار و درہم کا بندہ اور شال و شالہ کا پرستار ہلاک ہوا اگر اس کو چیزیں سے دی جائیں تو وہ راضی ہوتا ہے ورنہ ناراض ہو جاتا ہے۔ (بخاری)

دو دنیاؤں میں سے کسی کے لیے تمہارا خاتمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا شانہ پکڑ کر فرمایا مومن کے لیے دنیا قید خانہ ہے اور کافر کے لیے باغ و بہار ہے۔ (مسلم)

دنیا میں سانسوں کی کمی زندگی گزارو

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا شانہ پکڑ کر فرمایا دنیا میں اس طرح رہو جیسے ایک مسافر یا راہ گیر اور حضرت ابن عمرؓ اکثر فرماتے کہ شام ہو تو صبح کا انتظار نہ کرو صبح ہو تو شام کا انتظار نہ کرو، مرضی سے پہلے صحت کو اور موت سے پہلے زندگی کو غنیمت جانو۔ (بخاری)

خدا اور مخلوق کی عظمت کا تسبیح

حضرت سہیل ابن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتائیے جس کو اختیار کروں تو اللہ تعالیٰ محبت کرنے لگے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں، آپ نے فرمایا: دنیا کے بارے میں زہد اختیار کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور جو لوگوں کے پاس ہے اس کی طمع نہ کرو بے نکر اور غنی ہو جاؤ گے لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ (ابن ماجہ)

اس زمانہ میں عمل اس کے خلاف ہو دولت اور اعزاز کے معاملہ میں اپنے سامنے بلند نمونہ رکھا جاتا ہے اور اس کی ریس کی جاتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی مال خزانہ کو ترقی کر جائے حقیر کی معلوم ہوتی ہے اور طبیعت ہمیشہ کڑھتی جا رہی ہے۔

ایرون صر جابن

مولانا عبدالسلام ندوی

علم صرف

حضرت ابو الدرداءؓ کا بیان ہے کہ میں جاہلیت میں ایک تاجر تھا اس کے بعد جب اسلام لایا تو تجارت اور عبادت دونوں ساتھ ساتھ کرنا چاہا لیکن دونوں چیزیں جمع نہ ہو سکیں اس لیے عبادت کو اختیار کر لیا۔
حضرت ام الدرداءؓ سے پوچھا گیا کہ ابو الدرداءؓ کی بہترین عبادت کیا تھی؟ بولیں تفکر اور اعتبار۔
حضرت ابو ذرؓ کا بیان ہے کہ خدا کے تعلق نے میرا کوئی دوست باقی نہیں رکھا قیامت کے خوف نے میرے بدن پر گوشت نہیں چھوڑا اور ثواب آخرت کے یقین نے میرے گھر میں کوئی چیز نہیں رہنے دی۔
حسب بن سلمہ نے ان کے پاس ایک ہزار درہم بھیجے لیکن انھوں نے واپس کر دیے اور کہا کہ ہمارے یہاں بکریاں ہیں جن کو ہم دو ہفتے نہیں لیک سوار یا ہے جس پر سوار ہوتے ہیں اس کے علاوہ ہم کو کسی چیز کی ضرورت نہیں۔
ایک شخص نے حضرت ابو عبیدہؓ سے سوال کیا، لیکن انھوں نے اس کو واپس کر دیا پھر دوبارہ آیا اور سوال کیا تو اس کو کچھ دیا اور فرمایا کہ خدا ہی نے تجھے دیا اور خدا ہی نے تجھے واپس کیا۔
حضرت عبداللہ بن سعیدؓ فرماتے تھے کہ دو سکروہ چیزیں یعنی موت اور فقر کس قدر محبوب ہیں ان میں سے جس چیز کے ساتھ ابتداء کی جگہ میں اٹھا پر راضی ہوں۔
حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جوض پر وہ لاؤں گا نام لوگ وارد ہوں گے کہ جب رات آتی ہے تو وہ رنج و غم کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں۔
حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم مجرد لوگ عہد نبوت میں صرف مسجد میں

سوتے تھے ہمارے پاس کوئی مکان نہ تھا۔
حضرت خدیفہ بن ایمانؓ فرماتے تھے کہ میرے لیے سب سے زیادہ خوش گذار دن وہ ہوتا ہے جب میں اہل و عیال کے پاس جاتا ہوں اور وہ اپنی تنگ دستی کا کلمہ کرتے ہیں ان کا قول ہے کہ ایک گھنٹہ کی خواہش نفسانی انسان کو طویل رنج و غم میں مبتلا کر دیتی ہے۔

حضرت ابو ذرؓ ایک میل چلے لیکن اس میں خدا کو یاد نہیں کیا، پھر پلٹ کر ایک میل تک خدا کو یاد کرتے ہوئے چلے اور اخیر میں پہنچ کر کہا کہ خداوند ابو ذرؓ کو نہ بھولنا کیونکہ وہ تجھ کو نہیں بھولتا۔
حضرت عدی بن ماتمؓ چینیوں کو روٹی چور کر کے کھلایا کرتے تھے کیونکہ ان کو ان پر رحم آتا تھا۔
حضرت زرارہ ابن اوقیؓ نے ایک مسجد میں امامت کی اور یہ آیت فاذا انقذ فی الناقور فذالک یومئذ یوم عبور جب صور بھونکا جائے گا تو یہ نہایت سخت دن ہوگا۔
پڑھی تو زمین پر گر کر جان دے دی۔
اس قسم کے بہت سے اقوال کتاب الطبع میں مذکور ہیں اور تصوف کی دو سری کتابوں میں بھی مل سکتے ہیں لیکن محدثانہ حیثیت سے ان کی صحت کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا اس لیے اس کو قلم انداز

کرتے ہیں۔

تصوف صحابہ کی حقیقت

تصوف کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں لیکن تصوف کی حقیقت صحابہ کرام رو حانیت اور اخلاق کا معیار قرار دی جاسکتی ہے شاہ ولی اللہ صاحب کے الفاظ میں حسب ذیل ہے:

شریعت نے جن چیزوں کو واجب یا حرام قرار دیا ہے انہی کا نام عمل ہے لیکن ان اعمال میں یہ حیثیت ملحوظ ہے کہ وہ ایسے روحانی اوصاف کو پیدا کریں جو قیامت کے دن روح کے لیے مفید یا مضر ہوں، وہ ان اوصاف کو پڑھائیں اس کی وضاحت کریں اور اس کا قالب اور مجسمہ بنیں، اب ان اعمال پر وہ حیثیتوں سے بحث کی جاسکتی ہے ایک تو یہ کہ تمام لوگوں کے لیے لازم اور ضروری کر دیے جائیں جس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ مواعظ انتخاب کیے جائیں جہاں ان اعمال سے یہ روحانی اوصاف پیدا ہو سکیں اور ایسا واضح طریقہ اختیار کیا جائے کہ لوگوں سے علیٰ رؤس رہ شہادان پر سواخذہ کیا جاسکے کہ وہ حیلہ ترازم نہ کر سکیں۔ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان کی بنیاد منبسط و اعتدال پر قائم کی جائے دوسری

حیثیت یہ ہے کہ ان اعمال سے لوگوں کی

تہذیب نفس ہو، اور ان سے جن روحانی اوصاف معلوم کرائے جائیں پھر یہ بتایا جائے کہ یہ اعمال ان کو کیونکر پیدا کر سکتے ہیں لیکن اس کی بنیاد ایک تو ذوق سلیم پر ہے اور دوسرے اس پر کہ خود صاحب شریعت پر ان کو محمول کر دیا جائے۔ پس پہلی حیثیت

جو علم ان اعمال سے بحث کرتا ہے وہ علم شریعت ہے اور دوسری حیثیت سے ان پر علم الاحسان و علم تصوف ہیں بحث کی جاتی ہے اس بنا پر جو علم الاحسان کے باعث پر نگاہ ڈالتا چاہتے ہیں ان کو دو چیزوں کی ضرورت ہے، ایک تو یہ کہ خود ان اعمال پر نگاہ رکھیں کہ وہ اوصاف مطلوبہ تک پہنچاتے ہیں یا نہیں کیونکہ بسا اوقات یہ اعمال ریاکاری، شہرت طلبی اور الف و عادت کی بنا پر کیے جاتے ہیں اور ان میں اتارنے احسان کرنے اور اذیت دینے کا جذبہ شامل ہو جاتا ہے اور اس حالت میں ان کا مقصد حاصل نہیں ہوتا اور بسا اوقات وہ اس طرح انجام پاتے ہیں کہ نفس کو ان سے ایسا متنبہ نہیں حاصل ہوتا جو محسنین کے شایان شان ہو اگرچہ بعض لوگ ان سے بھی تنبیہ حاصل

کر لیتے ہیں مثلاً جو شخص صرف فرض کو ادا کرتا ہے اور اس کی کیفیت اور مقدار میں کچھ اضافہ نہیں کرتا وہ زکی نہیں کہا جاسکتا دوسری ضرورت یہ ہے کہ وہ خود ان روحانی اوصاف پر نگاہ رکھیں ان کو جانیں پہچانیں اور علی وجہ البصیرۃ اعمال کو بجالائیں تاکہ وہ اپنے نفس کے طبیب ہوں۔

اسی فن کا نام علم الاحسان ہے، اور اس میں جن اصولی افلاک سے بحث کی جاتی ہے وہ چار ہیں۔

(۱) ایک طہارت جو انسان کو عالم ملکوت سے مشابہ کرتی ہے

(۲) دوسرے عجز و نیا ز جو عالم جبروت کی جھلکیاں دکھاتے ہیں۔

(۳) تیسرے سماعت جس کا منشا یہ ہے کہ قوت ملکیہ، محرکات بحیثیت مثلاً حصول لذت، انتقام غصہ اور نخل اور جاہ وغیرہ کے تابع نہ ہو، سماعت ہی سے متعدد اخلاق پیدا ہوتے ہیں یعنی اگر شکم پری اور شہوتانی کی خواہش کے ساتھ اس کا لحاظ کیا جائے تو اس کا نام عفت ہے اور اگر عیش طلبی کے ساتھ اس کو ملایا جائے تو اس کا نام زہد و تقشف ہے اور اگر پریشانی اور گھبراہٹ کے ساتھ اس کو مخلوط کیا جائے تو اس کا نام صبر ہے، اگر جذبہ انتقام کے ساتھ اس سے کام لیا جائے تو اس کا نام عفو و درگزر

ہے مال و دولت کی حرص کے ساتھ اس کا لحاظ رکھا جائے تو اس کا نام سخاوت اور قناعت ہے اور نہایت شریعت کے ساتھ اس کا نام بیا جائے تو قہر ہے اور صوفیہ کی اصطلاح میں اس کا نام انقطاع عن الدنیا، فنا عن الغفائض البشریہ یا حریت ہے، غرض وہ لوگ اس خصلت کو مختلف ناموں سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۴) چوتھے عدالت اور وہ اس ملک کا نام ہے جس سے ایک عادلانہ نظام قائم ہوتا ہے جس سے تدبیر منزل اور سیاست مدن وغیرہ کی نہایت آسانی کے ساتھ اصلاح ہو سکتی ہے اس ملک کی مختلف حیثیتوں سے مختلف اخلاق پیدا ہوتے ہیں اگر انسان کے معمولی حالات یعنی اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے میں اس کا لحاظ رکھا جائے تو اس کا نام ادب ہے، اگر مال و دولت کے جمع کرنے میں اس کو استعمال کریں تو اس کا نام کفایت شعاری ہے، اگر تدبیر منزل میں اس کا لحاظ رکھیں تو اس کا نام حریت ہے، اگر تدبیر ممالک میں اس کو پیش نظر رکھیں تو اس کا نام سیاست ہے اگر بھائی بند اور دوست و احباب کی اجتماعی زندگی میں وہ ملحوظ رہے تو اس کا نام حسن معاشرت ہے۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ اخلاق کیونکر پیدا ہو سکتے ہیں؟

تو شریعت نے طہارت کے لیے وضو

اور غسل اور عجز و نیا ز کے لیے نماز ذکر اور تلاوت کو فرض کیا ہے اور جب یہ تمام چیزیں جمع ہو جاتی ہیں تو اس کو سکینہ اور وسیلہ کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی نسبت جو حضرت خذیفہ نے فرمایا ہے کہ

اتقہ اذیبتہم الی اللہ و سیدتہ

وہ تمام صحابہ میں از روئے وسیلہ کے خدا سے نزدیک تر ہیں۔

اس کا یہی مطلب ہے شارع علیہ السلام نے اس کو ایمان سے بھی تعبیر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ

الطہور شطر الایمان

پاکی نصف ایمان ہے

اور عجز و نیا ز کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے

الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک

احسان یہ ہے کہ خدا کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو، کیونکہ اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ طہارت اور عجز و نیا ز کے حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ سنن انبیاء کا اتباع کیا جائے ان کی روح اور ان کی روشنی کا لحاظ رکھا جائے اور ان کے اذکار اور ہیسات کے تحفظ کے ساتھ ان کی کثرت کی جائے مثلاً طہارت کی روح باطنی نور ہے

ان سے اشارت ہے، بسودہ تخیلات گھبراہٹ پریشانی اور اضطراب کا دورہ ہو جانا ہے اور نماز کی روح حضور تلب، جبروت کا نظارہ خدا کی محبت آمیز تعظیم اور اطمینان و سکون ہے اور تلاوت کی روح یہ ہے کہ انسان خدا کی طرف شوق و تعظیم کے ساتھ متوجہ ہو اور اس کے مواعظ احکام، امثال اور قصص پر غور کرے اور دعا کی روح یہ ہے کہ تمام قوتوں کا مرجع خدا کی ذات کو سمجھے اور اس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن جائے اور مناجات کی لذت حاصل کرے، سماعت کے حاصل کرنے کا عمدہ ذریعہ یہ ہے کہ لذت انتقام اور نخل وغیرہ کے مواعظ سے زیادہ تراگ رہے خدا کا ذکر کرے اور عالم تجرد کی طرف اپنی توجہ کو مبذول رکھے، زہد بن حارثہ فرمے کہ اس قول میں،

استوی عندی حوہا و مدرھا

میرے نزدیک زمین کا کنکر پتھر سب یکساں ہے اسی عالم تجرد کی طرف اشارہ ہے، اور عدالت لطف و کرم محبت و مودت اور رقیب القلبی سے حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ امور کلیدہ کا لحاظ رکھا جائے اور انجام پر نظر رہے لیکن سماعت اور عدالت میں بعض حیثیتوں سے تناقص و تضاد ہے کیونکہ حصول سماعت کا ذریعہ یہ ہے کہ عالم تجرد کی طرف انسان کا میلان ہو اور اس کے لیے

قطع تعلق اور تخیل کی ضرورت ہے، لیکن عداوت لطف و کرم اور محبت و مودت سے حاصل ہوتی ہے جس کے لیے اجتماعی و معاشرت ضروری ہیں اس لیے اکثر لوگوں کے لیے یہ دونوں چیزیں باہم متضاد ہیں بالخصوص اہل تجاذب کے لیے تو بالکل ایک دوسرے کی نفی ہیں یہی وجہ ہے کہ بہت سے اہل اللہ اہل دنیال کو چھوڑ کر دنیا سے قطع تعلق کر لیتے ہیں اور عام طور پر جب لوگ مال بچوں سے ملتے ہیں تو ان کو خدا بھول جاتے ہیں، لیکن انبیاء علیہم السلام نے دونوں کا لحاظ رکھا ہے اس لیے ان دونوں کے توازن و حصول کو نہایت احتیاط کے ساتھ منضبط کر دیا ہے بہت سے افعال اور بہت سی کیفیات ایسی بھی ہیں جو ان اخلاق یا ان اخلاق کے برعکس اثر کرتی ہیں یعنی وہ فرشتوں یا شیطانوں کا مزاج پیدا کرتی ہیں یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیٹتا ہے، تم لوگ فرشتوں کی طرح صاف کیوں نہیں سیدھی کرتے؟ ان مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی دعائیں سکھائی ہیں جو ہمیشہ بخیر و نیاں کو پیدا کرتی رہتی ہیں، صبر اور عیاضی کا حکم دیا ہے اور موت کے یاد کرنے کی ترغیب دلائی ہے اور دنیا کو حقیر بتایا ہے اور

خدا کی عظمت اور قدرت کے متعلق غور و فکر کی ہدایت کی ہے اور ان سب کا مقصد یہ ہے کہ سماعت حاصل ہو عبادت صلیحی احسان اقامت، مدد امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور سلام کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے تاکہ عدالت کا ملکہ پیدا ہو۔

بقیہ: عزیز النساء بیگم سرسید

سامان لوٹ لیا بھائی اور بھتیجے سرکاری فوج کی گولیوں کا نشانہ بن چکے تھے۔ وہ بے چاری ضعیف و بے آسرا اپنے گھر سے نکل کر زمین نامی ایک بڑھیا غریب کی کوٹھری میں پناہ گزیں ہو گئیں وہی زمین جس کی یہ ہر ضرورت پوری کرتی تھیں اور اپنی قیمتی معجون خوردن کھا کر اس بیمار کو کھلا دی تھی جس کا ذکر پچھلی سطروں میں گزر چکا ہے اس کے یہاں فاتوں کی نوبت پہنچ گئی۔ آٹھ دن نہایت تکلیف سے اس کو ٹھہریں سرسید بھی میرٹھ سے وہاں پہنچ گئے تو معلوم ہوا کہ تین دن سے ان کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا کسی قدر گھوڑے کا دانہ مل گیا تھا اس کو کھاتی رہیں دو دن سے پانی بھی ختم ہو چکا تھا اور پیاس کی نہایت تکلیف اٹھائی۔ بہن ہزار دیناری سرسید اپنی والدہ کو یہ بھلائی اور یہیں ان آلام و مصائب سے خستہ ہو کر اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

کیسے ناز و نعم کی پروردہ اور انجام اس قدر المناک لیکن آخر وقت تک ہاتھ سے صبر و شکر اور عزم استقامت کا دامن نہ چھوڑا۔

۱۳۰ تا ۱۳۱ جات جاوید مولانا حالی

بقیہ: بچوں کا گوشہ

اس ملک کے دار فوں کے لیے جسے جو میری موت کے منتظر ہیں افسوس! میری عمر عزیز آرزوؤں کی تکمیل کی امید میں گزر گئی اور اب گزری ہوئی عمر کے داپس آنے کی امید نہیں ہے موت نے کوچ کا تقارہ بجادیا ہے میں نے غفلت اور نادانی سے پرہیز نہیں کیا اور میری ساری عمر نادانی میں گزر گئی۔

سید مقبری حضرت ابو ہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کا گزر کچھ لوگوں پر ہوا جو کھانے پر بیٹھے تھے اور ان کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی ان لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ سے بھی کھانے میں شرکت کی استدعا کی تو آپ نے انکار کر دیا اور دبطور معذرت کہا کہ میرے لیے اس کھانے میں کیا مزہ ہے جب کہ مجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ جو کئی روٹی سے بھی آپ نے پیٹ نہیں بھرا۔

(بخاری بحوالہ معارف حدیث ج ۲)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

پسند کیا ہے یعنی اسلام، اس کو ان کے لیے قوت دے گا اور ان کے اس خوت کے بعد اس کو بدل با من کر دے گا بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کا شرک نہ کریں اور جو شخص اس وعدہ کے بعد ناشکری کرے گا تو یہ لوگ بے مکم ہیں

صحابہ کرام کا طرز عمل اور ان کا اصول زندگی

تذکرہ قرآن کے بعد جن لوگوں کو صحابہ کرام نے سب سے پہلے اور سب سے مکمل طریقے پر اس شرط کو پورا کیا ان کے متعلق غیر مبہم الفاظ میں شہادت دی گئی اور تاریخ نے سر جھکا کر اس کی تصدیق کی۔

وَ عَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي وَ لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَ مَن كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (الانفال - ۲۶)

اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم قلیل تھے زمین میں کمزور شمار کیے جاتے تھے اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ لوگ تم کو کوچ کھڑو نہ لیں سو اللہ نے تم کو رہنے کی جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی اور تم کو نفیس نفیس چیزیں عطا کیں تاکہ تم شکر کرو۔

عزت و سر بلندی دین کے غلبہ و استحکام اور امن و حفاظت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

ارشاد ہے:

وَ عَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي وَ لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَ مَن كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (النور - ۵۴)

تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی ایسی قوم جو خدا کے پیغمبر پر ایمان لایا چکی ہو اور اس کو آسمانی کتاب دی جا چکی ہو، مشرکانہ اعمال میں مبتلا ہو جائے تو وہ خدا کی رحمت و نصرت سے دور اور ذلت و بے عزتی کا شکار ہو جاتی ہے سورہ اعراف میں بنی اسرائیل کا ذکر کرتے ہوئے صاف فرمایا گیا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيِّئًا لَّهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ صَدَّكَ نَجْرِي الْمُفْتَرِينَ (الاعراف - ۱۵۲)

جن لوگوں نے گوسالہ پرستی کی ہے ان پر بہت جلد ان کے رب کی طرف سے غضب اور ذلت اسی دنیوی زندگی ہی میں پڑے گی۔ ہم ان پر ذرا زوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

دوسری طرف توحید کامل پر صاف صاف

ایک ناخوشگوار حقیقت

یہ حقیقت خواہ کتنی تلخ، ناخوشگوار اور بہت سے لوگوں کے لیے نامانوس ہو مگر حقیقت ہے کہ ہم مسلمانوں میں بہت سے مشرکانہ عقائد و اعمال پائے جاتے ہیں اور شرک جلی کے وجود کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا اس کے اعتراف کے لیے تھوڑی سی قرآن فہمی اور کسی قدر اخلاقی برات کی ضرورت ہے اگر شرک کی کوئی حقیقت ہے اور وہ عشاقی طرح کوئی خیالی و فرضی چیز نہیں اور اگر توہم اور ملتوں کے لیے ایک ہی میزان عدل اور ایک ہی پیمانہ ہے تو اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ بہت سے مسلمان رخواہ ماحول سے متاثر ہو کر خواہ علم اور صحیح تبلیغ کی کمی کی وجہ سے اس ذہنی گمراہی اور علمی بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے ہیں جس کو قرآن میں صاف صاف شرک کہا گیا ہے اگر کسی کو اس میں شبہ ہو یا وہ کسی خیالی دنیا میں رہتا ہو تو کسی مرجع خلائق مزار پر جا کر اور کسی عرس میں شریک ہو کر دیکھ لے یا ان عقائد و خیالات کے سننے کی کوشش کرے جو بہ کثرت عوام اور ہمیں کہیں خواہیں اور لیا کرام، بزرگان دین اور اپنے سلسلہ کے مشائخ کے متعلق قائم کر رکھے ہیں کہ صفت خلق پیدا کرنے کی طاقت، ایجاد عالم اور مشکل سے ایک دو صفوں کے علاوہ صفات فعال الہی میں سے کون سی صفت اور کون سا فعل و تصرف ہے جو انھوں نے ان بزرگوں سے منسوب نہیں کر رکھا ہے اور سجدے سے لے کر عداوت و استعانت تک کون سا معاملہ ہے جو خدا کے ساتھ ہونا چاہیے، ایسا نہیں ہے جو انھوں نے ان کے ساتھ روا نہیں رکھا ہے قرآن مجید ہاتھ میں لے کر کسی بڑی بستی یا خوش اعتقادی کے کسی عالی مرتبہ میں پلے جایے اندیشہ ہے کہ آپ کا زبان سے بھیجے اعتقاد قرآن کے الفاظ نکل جائیں کہ

وَمَا يُلْمُونَكَ إِلَّا أَنَّهُمْ كُفَرٌ
وَهُمْ مُشْرِكُونَ (یوسف ۱۰۶)

اور اکثر لوگ جو خدا کو ماننے بھی ہیں تو اس طرح کے شرک بھی کرتے جلتے ہیں۔

ایسی حالت میں فالس قرآن کی روشنی میں حفاظت اور نصرت و تائید الہی کی کیا امید کی جاسکتی ہے اور رہنمایان قوم کی خارجی تدبیریں کیا کارگر ہو سکتی ہیں۔ جب کہ اسنا و حفاظت تک کے لیے اس کی شرط کی گئی ہے کہ

يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا (النور ۲۵)

بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کا شرک نہ کریں۔

اس سلسلہ میں علماء و واعظین و واقفین مال کا جو فرض ہے وہ محتاج بیان نہیں اور

اس فرض کے فرض کفایت کے درجہ میں بھی باقی نہ رہنے سے جس عمومی باز پرس اور مواخذہ کا خطہ ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔

اخلاق و اعمال کا فساد اور اس کے برے نتائج

دنیا میں جس طرح اللہ کا قانون طبعی جاری و ساری ہے ہزاروں برس سے آگے جلاتی ہے پانی بجھا تاہے سنگھیا کام تمام کرتی ہے تریاق نہ ہر کے اثر کو دور کرتا ہے، دوائیں غذا میں، قوت تعداد اسلحہ، محنت تنظیم اور زندگی گزارنے اور کامیابی حاصل کرنے کے آزمودہ اور معترف طریقے بحکم الہی اپنا اثر رکھتے ہیں اسی طرح اس کا ایک اخلاقی قانون مکافات بھی ہے اچھے برے اخلاق و اعمال افراد و قوموں کی زندگی میں اپنا اثر اور خاصیتیں رکھتے ہیں قرآن مجید میں اقوام سابقہ کے تذکرہ میں ان کی تاثیر اور ان کے نتائج کا واضح طریقہ پر ذکر کیا ہے اور ان افراد اور اقوام کا انجام بتایا ہے جنھوں نے ان اخلاق اور اعمال کا مظاہرہ کیا تو وہ ہوں، قوم صالح، قوم لوط اور قوم شعیب کا حال دیکھ لینا کافی ہے جن کے خاص امراض و احوال و اخلاق دیکھ کر ہی نشان دہی کی گئی ہے اور ان کے ان اعمال و اخلاق کا انجام اور دنیاوی زندگی میں ان کے

اثرات اور خاصیتوں کا بہت صاف الفاظ میں تذکرہ ہے کسی پر بے برکتی، کسی پر امراض و پریشانیوں کی کثرت، کسی پر کثرت اموات کسی پر ذلت و خواری اور کسی پر بزدلی و مرغوبیت کا اعلان کیا گیا ہے، اس "طلب نبوی" کا مطالعہ اس دور میں خاص طور پر بہت ضروری اور مفید ہے اس طرح امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کے ترک پر اطلاع دی گئی ہے کہ دعائیں تک مقبول نہ ہوں گی، اس کے برخلاف تو یہ و انابت کی عمومی فضا پر آئے ہوئے عذاب کے بل جلنے کی خبر دی گئی ہے۔

فساد عقیدہ، فساد اعمال و اخلاق کے علاوہ مسلمانوں میں ایک بڑی تعداد نفاق عملی و اخلاقی میں اور خواص و قائدین کی ایک تعداد نفاق اعتقادی تک میں مبتلا ہے ایک بڑی تعداد فرائض کی تارک حتیٰ کہ اسلام کے رکن اعظم نماز سے غافل اور مستقل و علانیہ تارک صلوٰۃ ہے ضرورت ہے کہ تمام سیاسی و اجتماعی تدبیروں کے ساتھ زور حقیقتاً ان سے پیشتر اور ان سے زیادہ اصلاح اعمال و اخلاق اور فرائض و ارکان دین کی پابندی کی دعوت دی جائے اور جزا و اعمال کے اصلاحی قانون کی روشنی میں خصوصیت کے ساتھ ان اخلاقی امراض و عملی فسادات سے ملت کو ڈرایا جائے جو بڑے ہیبت انگیزی و عمومی نتائج

رکھتے ہیں اور جن کے لیے قرآن و حدیث میں نص صریح موجود ہے اور بد قسمتی سے بہت سے مسلمان اس میں مبتلا ہیں۔

لے لے سورہ یونس ۱۰۱ فلو لا کانت قدیۃ، امت نفعھا ایما نہا الا قوم یونس لمتا امنوا کشفنا عنهم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا و متعہم الی حین، دیکوں نہ ہوئی کوئی بستی کہ یقین لاتی پھر کام آیا ان کو ایمان لانا مگر یونس علیہ السلام کی قوم جب یقین لائی کھول دیا ان پر ذلت کا عذاب دنیا کی زندگی میں اور کام چلایا ان کا ایک وقت تک)

بقیہ: سونے کا پجاری

ظلمات ما یا کلون فی بطونہم ناداً و سیصلون سعیراً

یعنی جو لوگ تیسوں کا مال ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں صرف جہنم کی آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب جہنم میں داخل ہو کر رہیں گے۔ (سورہ نسا)

اسے یاد آیا کہ غائم انتہائی کجس آدمی تھا اس نے نہ کبھی زکوٰۃ ادا کی نہ کسی فقیر نادار کو کچھ دیا نہ کسی مسکین پر اسے

کبھی ترس آیا یہ سونا سعید کے ہاتھ سے گر پڑا، اور وہ اپنے مقصد میں ناکام رہ گیا۔ تاہم اس واقعہ سے ایسی عبرت ہوئی جسے وہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر کسی بھی صورت حال میں اسے نہیں بھلا سکتا تھا۔ چار دن چار راتے تیسرے بند کو دینی پڑی اور وہ قبرستان سے خالی ہاتھ ناکام اور نامراد واپس لوٹتا ہے اس کے تلب میں ایک پوشیدہ قسم کی نرمی آچکی تھی۔ لیکن وہ وصال سے ایک نئے ایمان اور اللہ کی اطاعت کے ساتھ سے سبھا زیادہ مضبوط ارادہ کے ساتھ وصال سے واپس ہوا۔ اس کی واپسی قبرستان سے اس مال میں ہوئی کہ اس کا قاب اللہ کے خوف سے بھرا ہوا تھا۔ اسے اس واقعہ سے ایسی عبرت ہوئی اور ایسا سبق ملا جسے وہ زندگی بھر نہیں بھلا سکا اسے یقین ہو گیا کہ اللہ کا کہا ہوا حق ہے اس کا وعدہ سچا ہے اس نے اس واقعہ کو ایک عرصہ تک کسی سے ذکر نہ کیا لیکن لوگوں کی عبرت اور نصیحت اور ساری مخلوق کے لیے اس میں پوشیدہ ایک اہم درس کے پیش نظر اسے یہ واقعہ عام طور پر بیان کرنا ہی پڑا۔



پندرہ سال کی

عظیم محمد سلیم صدیقی

زندگانی رسول

عزیز النساء بیگم والدہ محترمہ سرسید
عزیز النساء بیگم بیرون الدولہ خواجہ
فرید الدین احمد وزیر بادشاہ اکبر شاہ کی
سب سے بڑی صاحبزادی اور نواب مختار
الدولہ خواجہ وجد الدین جو ۸۵ء کی شورش
میں گولیوں کا نشانہ بنے ان کی بہن تھیں
آپ کے شوہر میر تقی ایک آزاد منشا آدمی
تھے حضرت شاہ غلام علی کے سرید ہونے
کے بعد طبیعت میں اور بھی زیادہ ذلیل
سے رغبتی اور بے تعلقی پیدا ہو گئی تھی اس
لیے اولاد کی تعلیم و تربیت کا انحصار زیادہ
بلکہ بالکل ہی سرسید کی والدہ پر تھا۔ وہ
قرآن مجید پڑھی ہوئی تھیں اور ابتدا میں
کچھ فارسی کی کتابیں بھی پڑھی تھیں مگر اولاد
کی تربیت کا ان میں خداداد ملکہ تھا اس
عاملہ میں ان کی قابلیت و استعداد و صلاحیت
عام عورتوں سے بہت زیادہ تھی سرسید
خود تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں

میری عمر کیارہ بارہ برس کی تھی میں نے ایک
نوکر کو جو پرانا اور بوڑھا تھا کسی بات پر
تھپڑ مارا والدہ کو خبر ہو گئی تھوڑی دیر
بعد جب میں گھر میں آیا تو انھوں نے نہایت
ناراض ہو کر کہا اس کو گھر سے نکال دو
جہاں اس کا جی چاہے چلا جائے یہ گھر
میں رہنے کے لائق نہیں رہا۔ چنانچہ
ایک ماما میرا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر لے گئی
اور سڑک پر لاکر چھوڑ دیا اسی وقت میری
خالہ کے گھر سے جو بہت قریب تھا دو سری
مانگلی اور خالہ کے پاس لے گئی انھوں نے
کہا "دیکھو آپا جی تم سے بہت ناراض ہیں میں
تم کو کوٹھے پر ایک مکان میں چھپا دیتی ہوں
وہاں سے باہر نہ نکلاؤ ورنہ وہ ہم سے ناراض
ہو جائیں گے" میں تین دن تک وہاں چھپا رہا
تیسرے دن خالہ صاحبہ مجھے والدہ کے پاس
لے گئیں تاکہ قصور معاف کرائیں تو انھوں نے
کہا "اگر اس نوکر سے قصور معاف کرائے گا

تو میں بھی معاف کر دوں گی۔ جب میں نے ڈیوڑھی
میں جا کر نوکر کے آگے ہاتھ جوڑے تب تصور
معاف ہوا۔ یہ عزیز النساء بیگم کی تربیت کا
انداز تھا کہ بیٹے کو جو سب سے زیادہ چہیتا
تھا مگر اس تصور پر اس کو وہ سزا دی جو
دوسروں کے لیے عبرت اور مثال ہے۔
عزیز النساء بیگم بڑی دور اندیش اور
دانش مند تھیں ان کی دور اندیشی اور دانشمندی
کے متعلق سرسید فرماتے ہیں کہ جب ان
کے نانا بدیر الدولہ نے دو سری بار وزارت
سے استعفا دے دیا تو چار اہل بیت سنگھ
نے اپنا معتمد اور ایک معقول رقم سفر خرچ
کے لیے ان کے پاس بھیجا اور لاہور بلایا۔
سارا کنبہ چاہتا تھا کہ وہ منظور کر لیں مگر ان
کی بڑی بیٹی یعنی میری والدہ نے کہا کہ خدا نے
آپ کو اس قدر دیا ہے کہ ہر طرح آپ آرام
سے بسر کر سکتے ہیں اور اس سے کچھ اور
زیادہ ہو جائے تو بھی آپ کے آرام و آسائش
میں کچھ زیادتی نہیں ہو سکتا۔ آپ کا ہمارا جو
رجحیت سنگھ کی عملداری میں جانا اور اس
سلطنت کے اختیارات لینے اور ہم سب
کو انگریزی عملداری میں رہنا اچھا نہیں
معلوم ہوتا ہے تو ہرگز صلاح نہیں دیتی کہ اس
ضعیفی کے زمانہ میں کہ آپ کی طبیعت بھی اکثر
علیل رہتی ہے آپ لاہور کا ارادہ کریں
بدیر الدولہ کے دل پر ان کے کہنے کا اثر
ہوا کہ لاہور جانے سے انکار اور سفر

خرچ واپس کر دیا اور پھر کبھی کوئی تعلق اختیار
نہیں کیا۔ انھوں نے اس قدر دل اور
موت پر پیرا یہ میں لاہور چلنے کا جو مشورہ
اور اصلاح دی تھی وہ مدد و بردار شمشدی
اور دور اندیشی پر مبنی تھی۔
والدہ سرسید بہت ہی صابر و شاکر
عبادت گزار اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہر حال میں
رجوع اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ
و سلم کی رضا پر راضی رہنے والی خاتون تھیں۔
سرسید نے اپنی والدہ کا ایک لائق تقلید
و مثال واقف بیان کیا ہے کہ میرے بڑے
بھائی جو اگرچہ میں نصف اور جوان العمر تھے
کے مرض الموت میں والدہ ہر وقت ان کے
پاس بیٹھی رہتی تھیں۔ ایک ہفتہ تک یہی
حال رہا جب ان کا انتقال ہو گیا تو سب
لوگ گریہ و زاری کرنے لگے۔ والدہ کی
آنکھوں سے بھی آنسو جاری تھے اتنے میں
صبح کی نماز کا وقت ہو گیا انھوں نے وضو
کر کے نماز پڑھی اور اشراق تک مصلے پر
بیٹھی رہیں انھیں دنوں ایک رشتہ دار
کی بیٹی کی شادی ہونے والی تھی تمام
سامان شادی کا ہو چکا تھا صرف پانچ
دن عقد کو باقی رہے تھے جب یہ حادثہ
ہم پر گرا تو ان لوگوں نے دستور کے
موافق شادی ملتوی کرنی چاہی میری والدہ
نے جب یہ سنا تو اس واقعہ کے تیسرے دن
ان کے گھر گئیں اور کہا "میں شادی میں

آئی ہوں۔ ماتم تین دن سے زیادہ نہیں ہوتا۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی ہدایات
اور حدیث ہے۔ راقم اور شادی کے ملتوی
کرنے سے تمہارا بڑا نقصان ہو گا۔ جو خدا کو
منظور تھا وہ ہو چکا تم شادی کو ہرگز ملتوی
مت کرو۔ جب کہ میں خود تمہارے گھر آئی
ہوں اور شادی کی اجازت دیتی ہوں تو اور
کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔ سرسید کی والدہ کا
یہ ایک مثالی کردار تھا اور دوسروں کے لیے
درس عمل بھی کہ ایسے جوان و ہونہار اور
بزرگ روزگار بیٹے کی وفات پر مبروشکر کا
انھوں نے مظاہرہ کیا اور دستور و رواج کے
خلاف تین دن سے زیادہ سوگ نہ منایا اور
اس کی اپنے عزیزوں کو تعلیم و تلقین بھی فرمائی۔
وہ بہت زیادہ انفاق و خیرات کرتی
تھیں اور معاشرتی معاملات میں پوری دلچسپی
لیتی تھی اس بارے میں بھی سرسید ایک
روداد بیان کرتے ہیں کہ جو کچھ آمدنی ہوتی تھی
اس میں سے پانچ فی صدی کے حساب سے
میری والدہ ہمیشہ الگ رکھتی جاتی تھیں اور
اس سرمایہ کو حسن انتظام کے ساتھ نیک کاموں
میں صرف کرتی تھیں کئی جوان لڑکیوں کا ان کی
امداد سے نکاح ہوا۔ اکثر پردہ نشین عورتیں
جو معاش سے تنگ ہوتیں ان کی پوشیدہ
خبر گیری کرتیں غریب خاندانوں کی جوان لڑکیاں
جو بیوہ ہو جاتیں ان کو دوسرا نکاح کرنے کی
نصیحت کرتیں اور دوسرے نکاح کو برا سمجھنے

والوں سے نفرت کرتی تھیں غریب شدہ اولوں
کے گھر جاتیں اور خیفہ کسی حیلہ سے ان کی امداد
کرتیں بعض رشتہ داروں نے ایسی عورتوں
سے نکاح کر لیا تھا جن سے ملنا معیوب سمجھا
جاتا تھا مگر وہ ان کے گھر برابر جاتیں اور
ان کی اولاد کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں۔
یہ سب کچھ صرف اللہ کی رضا جوئی اور
رسول کریم کی اتباع کے جذبے کے تحت
تھا۔ وہ معاشرہ کی اصلاح فرسودہ اور رسول کریم
کی تعلیمات کے خلاف جن باتوں کو معیوب
سمجھا جاتا تھا اس کی پرواہ نہیں کرتی تھیں
اور نکاح بیوگان تو شرف ہی نہیں بلکہ علماء
کے طبقہ میں بھی معیوب سمجھا جاتا تھا اس
سلسلہ میں شاہ اسماعیل شہید کے ذاتی
عمل اور وعظ و تبلیغ کے اثر سے رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مردہ سنت دوبارہ
زندہ اور جاری ہوئی تھی میرا یقین ہے کہ
آپ کی کوششوں اور وعظ و تبلیغ ہی کا
یہ اثر تھا کہ سرسید کی والدہ بھی اس کی تبلیغ
بن گئیں اور اس کے لیے لوگوں کو تلقین
و نصیحت کرتی تھیں اور اس کو برا سمجھنے والوں
سے نفرت کرتی تھیں۔ نکاح بیوگان ایک بڑا
دینی اور معاشرتی معاملہ تھا اس سے وہ بخوبی
آگاہ تھیں۔
عزیز النساء بیگم بڑی فیاض، خیر اور
ایثار ہمیشہ تھیں۔ دوسرے حاجت مندوں
کو اپنی حاجت اور ضرورت کے ہوتے تو خرچ

دی تھیں اس سلسلہ میں سرسید ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ سرسید کہتے ہیں کہ "سماۃ زہین ایک لاوارث بڑھیا تھی۔ ان کی خبر گیری والدہ کرتی تھیں ان کی دہلی میں منصفی کے زمانہ میں اتفاق سے ان کی والدہ اور وہ بڑھیا دونوں ایک ساتھ بیمار ہو گئیں اور دونوں کو مرض بھی ایک ہی تھا۔ والدہ کو کچھ افاتہ ہوا تو ان کے معالج طبیب نے ایک قیمتی معجون کا نسخہ ان کے لیے تجویز کیا۔ وہ تیار ہوا تو بس اس قدر تھا کہ وہ صرف ایک ہی مریض کے لیے کافی ہوتا۔ ان کی والدہ نے اس معجون کو خود نہیں کھایا اور سوچا کہ یہ قیمتی معجون زہین کے لیے مفید اور ضروری ہے لیکن اتنا قیمتی معجون کون بنا کر دے گا۔ چنانچہ وہ معجون برابر زہین کو کھلاتی رہیں۔ چند روز میں اس معجون سے زہین کو بڑا فائدہ ہوا اور ان کی والدہ بھی بغیر معجون کھائے اچھی ہو گئیں۔ چند دن بعد سرسید نے اپنی ماں سے کہا کہ معجون نے آپ کو بہت فائدہ کیا۔ یہ سن کر وہ ہنسیں اور کہا "کیا خدا بغیر دوائے صحت نہیں دے سکتا۔" یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کا اس اشارہ و قرآنی کو پسند فرمایا ہو گا اور بغیر معجون کھائے ان کو صحت عطا فرمائی جیسا کہ معجون کھا کر اللہ نے زہین کو صحت بخشی تھی۔

ان کی دور اندیشی کی ایک اور مثال سینے: سرسید فرماتے ہیں کہ جب میں دہلی میں منصف تھا تو میری والدہ کی یہ نصیحت تھی کہ جہاں تم کو ہمیشہ جانا ضروری ہے وہاں کبھی سواری پر جایا کرو اور کبھی پیادہ پایا کرو۔ زمانہ کا کچھ اعتبار نہیں۔ کبھی کچھ ہے اور کبھی کچھ نہیں۔ اسی عادت رکھو کہ ہمیشہ اس کو نباہ سکو۔ چنانچہ میں نے جامع سجد اور خانقاہ میں جلنے کا یہی طریقہ رکھا تھا کہ اکثر پیدل اور کبھی سواری پر جاتا تھا۔ آٹھ ان کی یہ دور اندیشی نصیحت ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے موقع پر بالکل درست اور کارآمد ثابت ہوئی اور سرسید کے کردار کے ایک پہلو پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ انھوں نے اپنی ماں کی نصیحت پر کس خوش دلی کے ساتھ بے چون و چرا عمل کیا۔

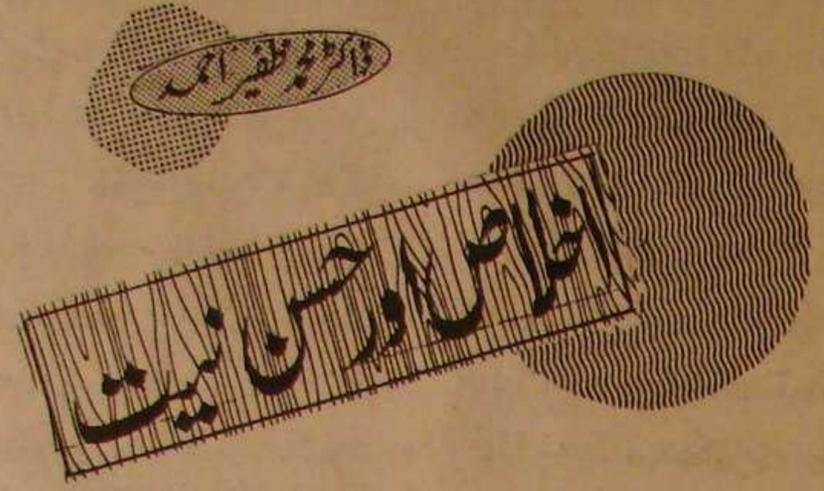
عسرت اور تنگدستی کا دور ۱۸۳۸ء میں سرسید کے والد کا انتقال ہوا تو اس وقت سرسید کی عمر بائیس برس کی تھی ان کی شادی چند سال پہلے ہو چکی تھی قلعہ سے ان کے والد کو کئی جگہ سے تنخواہ ملتی تھی۔ چونکہ ان کے والد اور دربار کے دیوان رام برہنہ لال میں ان بن تھی اور ان کی زندگی بھی میں ان کی تنخواہ میں کات بھانس ہونے لگی تھی اب ان کے انتقال کے بعد قلعہ کی آمدنی میں سے صرف

کچھ قدر قلیل تو سرسید کی والدہ کے نام جاری رہا۔ باقی سب تنخواہ میں بند ہو گئیں اور چند ملکیت جو معافی کی تھیں وہ بھی بر سبب عین حیات ہونے کے ضبط ہو گئیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں اتنی قلیل آمدنی خاندان کی کفالت اور معاشی ضروریات کے لیے بے حد نا کافی تھیں۔ اس معاشی بد حالی کے باوجود ان کی والدہ نے بڑے عزم و حوصلہ اور ثابت قدمی کے ساتھ ان شداؤد و مصائب کو جھیلا۔ حالانکہ اس سے پہلے ان کی زندگی بڑے آرام اور آسائش اور کشادگی کے ساتھ بسر ہوتی تھی اللہ کی دی ہوئی گھڑی میں ہر طرح کی آسودگی اور فارغ البالی تھی۔ اس عسرت اور تنگدستی کے دور میں بھی انھوں نے اہل حقوق کی مدارات اور حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کی۔ اسی کا یہ فیض تھا کہ سرسید نے اپنی ماں کی تمام خوبیوں اور محاسن کو اپنا یا اور اس کا ہمیشہ بہا نمہ پایا۔ وہ ماں کی تعلیم و تربیت سے زندہ جاوید ہو گئے اور ان کے کارناموں میں سب سے عظیم کارنامہ مسلم یونیورسٹی کی صورت میں آج موجود ہے۔

آخر میں عزیز النساء بیگم کی یہ دردناک داستان بھی سن لیجئے ۱۸۵۷ء کی شورش میں سرکاری فوج نے ان کا مکان اور سب

میں اوندھے منہ گھسیٹ کر ڈال دیے جائیں گے واپس نہ کرنے کے ارادہ سے قرض لینا چوری ہے اور اچھی نیت سے باوجود جہاد نہ کرنے کے جہاد کا ثواب ملتا ہے، اور شہیدوں کا درجہ ملتے ہے اگر چہ بستر ہی پر موت ہو۔

نیت، قصد اور ارادہ سب ہم معنی الفاظ ہیں یہ سب دل کی ایک حالت کا نام ہے اور یہ حالت علم و عمل کے درمیان ہوتی ہے۔ علم پہلے ہوتا ہے عمل اس کے بعد آتا ہے۔ کیونکہ عمل اس حالت کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ انسان کا ہر کام اس کی حرکت اور سکون سے پورا ہوتا ہے یعنی علم، ارادہ اور قدرت۔ انسان جس چیز کو نہیں جانتا اس کا ارادہ نہیں کرتا۔ لہذا علم ضروری ہے اور کام نہیں کرتا جب تک ارادہ نہیں کرتا۔ لہذا عمل کے لیے ارادہ ضروری ہوا اور ارادہ کہتے ہیں دل کا کسی کام کے لیے تیار ہونا۔ پھر صرف ارادہ ہی کافی نہیں ہے ارادے کے بعد قدرت کا ہونا بھی ضروری ہے جس کی وجہ سے وہ اعضاء کو حرکت دے کر کام کر کے اگر قدرت نہ ہو تو ارادہ بے کار ہے۔ قدرت ارادے کی منتظر رہتی ہے اور ارادہ علم و معرفت کا محتاج ہے اس لیے ہم نیت کو اعتقاد اور قدرت کے درمیان کی ایک حالت کہہ سکتے ہیں۔



تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے ثواب و عذاب بقدر نیت ہے قیامت میں اعمال کا حساب گنتی سے نہیں بلکہ وزن سے ہوتا ہے اور وزن بقدر اخلاص و اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت بڑھا ہوا ہے نیت میں رضا و الہی کے سوا کچھ مقصود نہ ہو اور خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو ارادہ قول اور عمل کا سچا ہو اور ظاہر و باطن میں خلص ہو

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (البینہ ۵)

یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت اسی کے لیے خاص رکھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِلسَّكْرِ أَمْرِي وَمَاتِنِي

تمام اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے۔ انسان کو وہی چیز حاصل ہوگی جس کی نیت کرے گا۔

لہذا نیت کا سیکھنا اور درست کرنا لازم و ضروری ہے پھر حقیقت صدق و اخلاص کو سمجھ کر نیت کو صحیح کرے تاکہ عمل صدق و اخلاص والا ہو ورنہ تمام محنت بیکار اور اکارت جائے گی اور ثواب یا عذاب اور جنت یا جہنم کا مستحق ہوگا۔

ہر چیز کی ایک روح ہوتی ہے عمل کی روح نیت ہے، خلاصہ یہ نکلا کہ ہر عمل سے پہلے نیت ضروری ہے اور نیت میں سچائی اور خلوص ضروری ہے۔

نیت کے بارے میں ایک اصول بتایا گیا ہے کہ اللہ ہماری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے، دلوں سے مراد نیت کس قسم کی ہے نیت سے بڑے بڑے کام بگڑ جاتے ہیں اور خرابی نیت سے محنت اکارت ہو جاتی ہے، اللہ ہماری حفاظت فرماتے۔ شہید عالم اور سخی بھگت جنت کے جہنم

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نیت بہر حال ایک مخفی معاملہ ہے اور پوشیدہ تھپ کر کی جانے والی نیکی ظاہری نیکی سے بڑھ کر ہوتی ہے اس لیے نیت عمل سے بہتر ہے۔ دوسرے لوگوں نے کہا کہ ایک طرف عمل بے نیت کا ہو، دوسری طرف نیت بے عمل کی ہو تو ایسی نیت جس کے ساتھ عمل نہ ہو یعنی صرف نیت اس عمل سے بہتر ہے جس میں نیت نہ ہو اصل بات یہ ہے کہ دل اگر کسی اچھے کام کا ارادہ کرے تو یہی نیت ہے اور تمام ظاہری اعمال کے کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ دل خیر کے ارادہ کا عادی ہو جائے اور بھلائی اس میں جم جائے تو جب مقصود اصلی دل کا خیر کی طرف مائل ہونا اور خیر پر جم جانا ہے تو اس لحاظ سے یقیناً نیت افضل ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نیک کام کا ارادہ کیا اور کسی وجہ سے نہ کر سکا (عمل نہ ہو سکا) تب بھی یہ شخص عمل کرنے والوں میں شمار ہوگا کیونکہ خیر کا ارادہ تو کیا۔

نیت سے کس قسم کے اعمال پر انشربڑتا ہے؟

اعمال تین قسم کے ہیں اول معاصی، اگر کوئی یہ سمجھے کہ ہم کوئی سا برا فعل، بُرا کام کریں اور نیت اچھی رکھیں تو وہ کام حسن نیت کی وجہ سے اچھا ہو جائے گا۔

تو یہ غلطی ہے نیت کی وجہ سے کام کی برائی ختم نہیں ہو جاتی جس چیز میں ذاتی طور پر کوئی شر ہو اس میں نیت کی وجہ سے خیر نہیں آسکتی جیسے مثلاً مال حرام سے سجدہ مسافر خانہ یا مدرسہ بنانا یا مدرسہ کے ہاتھ میں تلوار دینا یا شرابی کو انگور دینا مصیبت ہے۔

دوسری قسم طاعت ہے ان میں نیت دروجہ سے اثر کرتی ہے ایک یہ کہ اصل عمل نیت سے درست (خالص) ہو جائے۔ دوسری جتنی نیت (خیر) زیادہ ہو اتنا ہی ثواب دو چندان ہو۔

تیسری قسم مباح کی ہے قیامت میں سب کا حساب ہوگا اگر نیت بری ہو تو ضرر رساں ہوگی اور اگر نیت نہ اچھی ہو نہ بری تو وقت ضائع گیما نہ نفع و نقصان یہاں تک کہ سرمہ جو آنکھوں میں لگا ہے اس کا بھی سوال ہوگا اچھی نیتوں سے نفع ہوگا اور درگاہ الہی میں تقرب کا سبب ہوگا یہاں تک کہ کھانا کھانے، بیت الخلاء جلنے اور بیوی سے ہم بستری کرنے میں ثواب حاصل ہوتا ہے اور نفسی عبادت بن جاتی ہے۔

بندہ خاص وہ ہے جو کچھ کرتا ہے خدا کے لیے نہ حصول جنت نہ خوف جہنم نقطہ دیدار الہی مقصود و مطلوب ہے۔ وہ محبوب ہم ذر نہیں ہے بلکہ بندہ جمال و جلال الہی ہے اور طالب مولا ہے۔

اخلاص

دنیا کی ہر چیز میں آمیزش اور ملاوت ہوتی رہتی ہے اب اگر کوئی چیز اس آمیزش سے خالی ہوتی ہے تو ظاہر ہے اسی کو خالص کہیں گے۔ انفعال سے بھی آمیزش اور ملاوت جب ختم ہوتی ہے تو وہ خالص ہوتے ہیں، قدرت کبھی ایک ہی سبب سے عمل کی طرف ابھارتی ہے کبھی دو اور زیادہ بھی سبب ہوتے ہیں۔ جب سبب صرف ایک ہی ہو تو اس وقت جو فعل صادر ہوتا ہے اس کو اخلاص کے ساتھ عمل کیا جائے گا۔ جیسے ایک شخص نے صدقہ دیا اور اس کی غرض صرف ایک ہے یعنی ریا یا نام و نمود تو وہ مخلص ہے چونکہ تنہا ریا ہی ایک سبب ہے جو صدقہ پر ابھار رہا ہے اس میں کوئی آمیزش نہیں ہے اور جو محض خدا کی خوشنودی کے لیے خرچ کر رہا ہے وہ بھی مخلص ہے کیونکہ اس کے سامنے بھی ایک سبب ہے یہ تعریف لغت کے اعتبار سے ہے مگر اصطلاح کے لحاظ سے اخلاص اسی کو کہتے ہیں کہ نیت صرف خدا کے لیے خالص ہو اور کوئی دوسری آمیزش اس میں نہ ہو۔

اخلاص بہت کم یاب دولت ہے جس میں تقرب الی اللہ کی طالب کے سوا اور کوئی شے نہ ہو اور نہ الہی کے سوا اور کوئی نکر نہ ہو تو اس حال میں کھانا، پینا، سونا ہر عمل عبادت بن جائے گا اور اس کے

ماصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے نفس کے خطوں کو توڑ دے، دنیا کی طمع کو قطع کر دے اور آخرت کے لیے خاص رہے اور ماسوی اللہ کے کچھ نہ رہے۔

صدق

صدق اخلاص سے بہت قریب ہے اور اس کا بڑا درجہ ہے جو کمال کو پہنچ جائے اس کو صدق کہتے ہیں اس کا تعلق چھ چیزوں سے ہے۔ قول، نیت، عزیمت، ارادہ، کا پورا کرنا، عمل اور معاملات۔

۱۔ زبان کا صدق:

گزشتہ اور آئندہ چیزوں میں صدق ہو وعدہ پورا کرے، وعدہ خلافی نہ کرے، ہر انسان پر لازم ہے کہ اپنی زبان اور اپنے قول کا نگوں رہے۔

۲۔ صدق نیت:

تمام حرکات و سکنات میں اس کی غرضی و غایت کی خوشنودی ہو اور کسی اور سبب یا وجہ کا اس میں دخل نہ ہو یعنی منہ سے ضروری ہے جن نیت میں سچا ہوگا وہ مخلص بھی ہوگا۔

۳۔ صدق عزم:

عزم قوی اور بلا تردد و شک کے جو صدیق وہ شخص ہے جو ہمیشہ اپنے دل میں نیکی کے عزم کو محکم اور مضبوط رکھے۔

۴۔ صدق عزم کو پورا کرنے میں ہے یعنی ارادہ پورا کرنا۔

۵۔ اعمال کا صدق: یہ ہے کہ ہر بات اور ہمت کے ساتھ جو چیز دل میں ابھری ہے اس کے مطابق ظاہر میں عمل ہو اور ظاہری عمل دل کے خیال سے الگ ہو ظاہر و باطن یکساں ہوں اور یہ ریلے کے چھوڑنے سے حاصل ہوتا ہے۔

۶۔ صدق یہ ہے کہ تقاضات دین کی

حقیقت کا اپنے دل سے خواہاں ہو اور اس کے ظاہر پر تقاضات نہ کرے جیسے زہد، قناعت، محبت، توکل، خوف، رجا و رضا اور شوق وغیرہ کو طلب کرے۔ پس جو کوئی ان چھ وجوہ کے ساتھ ان سب تقاضات میں صادق رہے گا تو وہ صدیق کے درجہ پر فائز ہوگا۔

عزم

ہو کے خود کمزور اک دن ہر شجر گر جائے گا
چاہے وہ گن نام ہو یا نامور گر جائے گا
ایک بھی آنسو اگر اے چشم تر گر جائے گا
عشق کا سارا وقت اعتبار سے گر جائے گا
تو نہ رکھے گا اگر آئینہ خانوں کا خیال
اک نہ اک دن یہ تیرا پتھر کا گھر گر جائے گا
لازم و ملزوم ہیں گھر کے لیے دیوار و در
منہدم ہوگی اگر دیوار، در گر جائے گا
بیچ دے گا چند سکوں میں متاع دین حق
میں نے سوچا بھی نہ تھا وہ اس قدر گر جائے گا
کا مرانی تو اسی کے پاؤں چومے گی طفیل
عجز سے سجدے میں جو وقت سحر گر جائے گا

عزم کا مطلب احمد علی

اسلام

از پیدائش تا موت

بچے کے پیدائش پرورش اور بچے کے
تعلیم و تربیت کے آداب

بارک ہو، اللہ نے آپ کو چاند کی اولاد کی نعمت سے نوازا ہے شوہر یا بیوی سے انھار کا اب اللہ تبارک و تعالیٰ سے آپ کو باپ (یا ماں) کے عظیم مقام پر لاکھڑا کیلئے ہے اس بچے (لوہکا ہو یا لڑکی) کی تعلیم و تربیت اور اصلاح اب آپ کی ذمہ داری ہے اللہ نے تو اسے فطرت پر پیدا کر دیا اب آپ کا کام ہے کہ اس کو اسی فطرت پر قائم رکھنے کی کم از کم کوشش ضرور کریں۔ اولاد کو اول دن سے دین کا خادم بنانے کی نیت کیجئے اسے داعی اسلام اور مجاہد اسلام بنانے کی نکر کیجئے۔ اس بات پر بچے کی پیدائش سے پہلے ہی سے غور و فکر کیجئے تاکہ آنے والے دنوں میں آپ کا بچہ صحیح اسلامی طریقوں کے مطابق تربیت اور تعلیم پاسکے۔

اولاد کی پیدائش سے پہلے نیک اولاد کی دعا کیجئے کہ نیک اولاد اللہ کی بڑی اور قیمتی نعمتوں میں سے ایک ہے۔ اولاد کی پیدائش پر کبھی تنگ دل نہ ہوں غیر فطری نمیلی پلاننگ (بچوں کی پیدائش روکنے کا عمل) کے عمل سے گریز کیجئے اور یہ سوچئے کہ آپ کی اولاد قیامت کے روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کی تکمیل میں معاون ہوگی کہ اس دن سب سے زیادہ تعداد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ نہ تو آپ اپنا رزق اپنے ہاتھوں سے حاصل کر رہے ہیں اور نہ آپ کی اولاد کا بار آپ کے کندھوں پر ہوگا بلکہ آپ کو رزق اللہ کے فضل سے مل رہا ہے اسکی طرح آنے والی روح اپنے ساتھ اپنا رزق بھی لے کر آئے گی۔

ارشادِ باری ہے :
اور اپنی اولاد کو نعر و نالتے کے خوف سے متل نہ کرو۔ ہم ان کو تمھاری اولاد کی

بھی رزق دیں گے اور ہم ہی تمھیں بھی رزق دے رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اولاد کا متل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ (بنی اسرائیل)

ولادت کا وقت قریب آئے تو متوقع ماں کے پاس آتے انکر کسی تیسرا پارہ سورہ اعراف کی آیت ۱۵۴ اور ۱۵۵ اور سورہ الفلق اور سورہ الناس پڑھ پڑھ کر دم کرتے رہئے۔

بچے کی پیدائش کے بعد اسے شہاد و صلا کر دائیں کان میں اذان دیکھیے اور بائیں کان میں اقامت کیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس کے ہاں بچے کی ولادت ہو اور وہ اس بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے تو بچہ ام الصبیان کی تکلیف سے محفوظ رہے گا۔ (ابو یعلیٰ ابن سنی)

اذان و اقامت کے بعد بچے کے ساتھ تخنیک کا عمل کیجئے کھجور وغیرہ چبا کر خوب نرم کر کے بچے کے تالوں میں لگانے کو تخنیک کہتے ہیں۔ تخنیک کے بعد بچے کے لیے خیر و برکت کی دعا کر لیجئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تخنیک فرماتے اور ان کے حق میں خیر و برکت کی دعا کرتے۔ (مسلم)

مناسب ہوگا کہ تخنیک کا عمل کسی نیک صالح نمازی پر ہینے گا مرد یا عورت سے

تکمیل پذیر ہو۔ ساتویں دن بچے کا اچھا سا نام تجویز کیجئے۔ (حصن حصین) عبد اللہ، عبد الرحمن جیسے نام بہترین ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خدا کو تمھارے ناموں میں سے عبد اللہ اور عبد الرحمن سب سے زیادہ پسند ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ میرے نام پر نام رکھو میری کنیت پر نام مت رکھو۔ (بخاری)

نام رکھنے وقت یہ بات ذہن میں ضرور رکھیے کہ قیامت کے روز تمام انسانوں کو ان کے ناموں سے پکارا جائے گا۔ اس لیے اپنی اولاد کا ہمیشہ اچھا اسلامی نام رکھیے۔ المختصر انبیاء کرام علیہم السلام صحابہ کرام اور صحابیات کے ناموں کی پیروی کرنی چاہئے۔ اگر غلطی سے اچھا نام نہ رکھا ہو اور بعد میں اس بات کا احساس ہو جائے تو اس وقت نام بدل دیکھیے اس سلسلے میں جو معمولی قانونی کارروائی ہوتی ہے اسے بھی پورا کر لیجئے۔

حضرت حسن کا پہلے نام 'سب' تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدلا۔ ایسی اور بھی کئی مثالیں دور نبوی میں ملتی ہیں۔

بچے کا عقیدہ کیجئے (ساتویں دن) عقیدہ کے بھی کئی ایک مسائل جو آپ کسی مسائل کی کتاب میں دیکھیے یا علماء سے

پوچھیے۔ اگر ساتویں دن عقیدہ نہ کر پائیں تو جب وقت ملے بچے کا عقیدہ کر دیجئے۔ لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک بکر کیجئے تاہم لڑکے کی طرف سے دو بچے کرنا ضروری نہیں ایک بکر اچھی کر سکتے ہیں۔ بچے کے بال منڈوا کر ان بالوں کے وزن کے برابر سونا یا چاندی خیرات کیجئے۔

ساتویں دن بچے کا ختنہ کر دیجئے اور اگر کسی وجہ سے ساتویں دن یہ کام نہیں ہو سکے تو سات سال کی عمر کے اندر اندر ختنہ ضرور کر دیجئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے کان میں اذان کہنے، تخنیک کرنے اور ساتویں دن نام رکھنے، بال اتروانے اور عقیدہ کروانے کا حکم دیا ہے۔ (حصن حصین)

بچہ جب بولنے لگے تو اسے سب سے پہلے کلمہ لا الہ الا اللہ سکھائیے۔ حضرت عمرو بن شعیب روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا کی کتاب میں (جس میں انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جمع کی تھیں) یہ لکھا ہوا پایا کہ جب تمھاری اولاد بولنے لگے تو ان کو لا الہ الا اللہ سکھاؤ پھر ان کی موت آنے تک نکرت کر دو (یعنی شروع میں جب عقیدہ ٹھیک کر دیا اور اسلام کا عقیدہ

اسے سکھا دیا تو اب کوئی ڈر نہیں ایمان کی بختگی اسے ایمان ہی پر زندہ رکھے گی اور ایمان ہی پر اس کو موت آئے گی (انشاء اللہ) اور جب ان کے دودھ کے دانٹ گرنے لگیں تو ان کو نماز کا حکم کرو۔ (ابن سنی)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ عبد المطلب کی اولاد میں جب کوئی بچہ بولنے لگتا تھا تو اسے سورہ بنی اسرائیل کی آخری آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سکھاتے۔ اس آیت میں توحید کی پوری تعلیم کو بڑی خوبصورتی سے سمیٹ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارے میں جو عقائد ایک مسلمان کے ہونے چاہئیں انھیں بیان کیا گیا ہے۔

ماں کو چاہئے کہ وہ اپنے بچے کو دو سال تک اپنا دودھ پلائے۔ ماں کا دودھ نہ صرف ماں اور بچے کے درمیان تعلق اور محبت کا بہترین اظہار ہے بلکہ ماں اور بچہ دونوں کی صحت پر بھی اس عمل سے بڑے خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت سے کبھی غفلت نہ رہتیے، ایک باپ کی حیثیت سے ان پر بھروسہ اور توجہ کیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ :

کسی باپ نے اپنی اولاد کو کوئی ایسا انعام نہیں دیا جو اچھے ادب (صحیح تربیت) سے بڑھ کر ہو۔ (ترمذی) بعض لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم نے کہا کہ پیسہ لادیا، اب بچے کی ماں اور خود بچے کی ذمہ داری ہے کہ وہ تعلیم پر توجہ دے اور صحیح تربیت حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ خیال نہ صرف غلط ہے بلکہ پورے گھر کے لیے سخت نقصان دہ بھی ہے۔

باپ کی طرف سے اولاد کی درست تربیت کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "انسان اپنے بچے کو ادب سکھائے تو یہ بلاشبہ اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع غلہ وغیرہ دے کرے۔"

اپنی اولاد کی تربیت اور تسلیم کا اہتمام اس بیچ پر کیجیے کہ وہ آپ کی موت کے بعد آپ کی آخری زندگی کے لیے بہترین صدقہ جاریہ بن جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ ان کا اجر و ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے: ایک وہ صدقہ جاریہ کہ جابائے دوسرے وہ ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں تیسرے صالح اولاد جو باپ (اور ماں) کے لیے دعا کرتے ہیں (مسلم)

بچوں کو کسی چیز سے یا کسی کام سے مت ڈرائیے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بچپن میں بچے کے ذہن میں اگر کسی چیز کا خوف بیٹھ گیا تو پھر وہ زندگی بھر نہیں نکلتا۔ اس کی وجہ سے بچہ پوری زندگی اس چیز کو ہاتھ نہیں لگانا اور نہ وہ کام کرتا ہے جیسا کہ خوف کا نفسیات دوسرے کاموں میں بھی رکاوٹ بنتی ہے۔

بچے کو چیزوں سے متعارف کرائیے اور اس کو بتائیے کہ نلال چیز کیا ہے، کس کام آتی ہے اور کیسے کام کرتی ہے؟ اس طرح بچے کی معلومات میں اضافہ ہو گا اور کام کرنے کا جذبہ بھی پیدا ہو گا۔

بچوں میں خود اعتمادی پیدا کرنے کی تدابیر کیجیے۔ اوپر کی دونوں تدابیر بچوں میں خود اعتمادی پیدا کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔

بچے پر بلاوجہ سختی مت کیجیے۔ ایسا کرنے سے بچے اکثر ڈر پوک اور سہمے ہوئے رہتے ہیں۔ بات بات پر ڈانٹنا، ایک غلطی پر ہفتوں شرم دلانا، یہ باتیں بچے کے حق میں اچھی ثابت نہیں ہوتیں بلکہ خلاف شرع بات پر ضرور فکری کا اظہار کیجیے مگر حکمت کے ساتھ۔ اپنی اولاد کے ساتھ پیارا اور محبت والا سلوک کیجیے۔

ایک دفعہ اقرع بن جابرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن کو

پیارا کر رہے ہیں حضرت اقرع کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا، بولے: یا رسول اللہ! آپ بھی بچوں کو پیارا کرتے ہیں؟ میرے تو دس بچے ہیں لیکن میں نے تو کبھی کسی ایک کو بھی پیارا نہیں کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرعؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا: اگر خدا نے تمہارے دل سے رحمت و شفقت کو نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

بچوں کے ساتھ نہیں بول کر ان میں گھل مل جائیے۔ اس طرح بچے اپنے والدین سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع پالیتے ہیں۔ بچوں کے ساتھ پیارا و محبت کا طرز ایک ہم اسلامی شعار ہے جو بہت سے گھرانوں سے نکل چکا ہے۔

کبھی کبھار ڈانٹ ڈپٹ بھی کیجیے۔ بہت زیادہ لاڈ پیار بچے کی شخصیت کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ آدمی بچوں کی اصلاح کے لیے ایسا کرے۔

تاہم سختی اور لاڈ پیار کے درمیان ایک راہ اعتدال نہایت ضروری ہے۔

بچوں کو صاف ستھرا رکھنے کا اہتمام کیجیے۔ صاف ستھرے بچے اچھے لگتے ہیں اگر آپ آج ان کو صاف ستھرا دیکھیں گے تو وہ کل بڑے ہو کر خود صفائی پسند نہیں گے تاہم ان کو صفائی ستھرائی کے

نام پر نمود و نمائش پرست لگائیے یہ مختلف چیزیں ہیں ان میں خود بھی فرق کیجیے اور اپنی اولاد کو بھی بتائیے۔

صفائی ستھرائی اچھی اور ضروری ہے لیکن نمود و نمائش ناپسندیدہ اور غیر ضروری ہے۔

تمام بچوں کے ساتھ برابر کا سلوک کیجیے۔ اگر لڑائی ہو جائے تو کسی ایک کی بے جا حمایت نہ کیجیے۔ اس طرح بچوں میں ایک دوسرے سے اور والدین سے نفرت اور بغض کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیے۔ بچوں سے گھر کے چھوٹے موٹے کام کاج کرائیے تاکہ ان کی تربیت ایسی ہو کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کاج کرنے میں شرم اور عار محسوس نہ کریں۔

اپنے بچوں کو اور تمام گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر و کوشش کیجیے۔ یہ فرض عین ہے سورہ تحریم و آیت نمبر ۲۶ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اپنے بچے کو ضروری دینی علم ضرور دیا جائے اور اگر اللہ توفیق دے تو اسے دین کا خادم بنائیے۔

بچے کو شروع ہی سے اسلامی عقائد اور اعمال کے بارے میں بتائیے اور کبھی کبھی سجد بھی لے جائیے تاکہ اسے نماز کا شوق ہو۔

بچے کی عرسات سال ہو جائے تو اسے نماز سکھائیے اور باقاعدگی سے پڑھنے کی تلقین کیجیے۔ دس سال کی عمر میں نماز کے اہتمام کے لیے سختی کیجیے اور اگر وہ نماز میں سستی کرے تو مناسب سزا بھی دیجیے۔

حضرت سیرت سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بچوں کو نماز سکھاؤ جب کہ وہ سات سال کے ہو جائیں اور دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھیں تو ان کی پٹائی کر دو۔ (ترمذی)

دس برس ہی کی عمر میں بچوں کے بستر الگ کر دیجیے اور انہیں علاحدہ سلائیے اس کا حکم بھی احادیث میں ملتا ہے۔

بچوں کو انبیاء و کرام، صحابہ کرام اور اولیاء کرام کے ایمان و فروز قصے بھی سناتے رہیے۔ ان قصوں سے نیک عمل کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

بچوں کے سامنے نیک عمل کیجیے تاکہ ان کو نیک عمل کی ترغیب ہو جیسے سنتیں اور نازل گہرا ان کے سامنے پڑھیے۔ اسی طرح کسی فقیر کو ان کے ہاتھ سے پیسے دلو اور کیجیے۔ اس سے ان میں خود بھی نیک عمل کا جذبہ پیدا ہو گا۔

جب کوئی نیک عمل اولاد سے کرائیں یا ان کے سامنے کریں اس نیک عمل کے خواہد ان کے سامنے بیان کیجیے! اسی طرح کوئی بڑا کام ان کو کرتے دیکھیں تو اس کے نقصان کے بارے میں بتائیے اور بچوں کو اس سے کام سے نفرت دلائیے۔

بچوں کے سامنے دوسروں کی اچھی باتیں بیان کیجیے۔ آپ لوگوں کو اچھی باتیں بچوں سے بیان کریں گے تو ان میں اچھی باتوں کی طرف دھیان پیدا ہو گا۔

برائیوں اور عیوب کا ذکر کریں گے تو بچے کا دھیان بڑائیوں اور غلط افعال کی طرف ہی جائے گا۔

اپنی اولاد کی کمزوری یا عیوب کا ذکر کبھی دوسروں کے سامنے مت کیجیے اس سے بچوں کی عزت نفس کو ٹھیس پہنچتی ہے۔

بچوں کی اصلاح ان کی دنیا و آخرت میں کامیابی کی ہر دم دعا کرتے رہیے۔ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ باپ جو دعا اولاد کے حق میں کرتا ہے فوراً قبول کی جاتی ہے، لہذا بد دعا سے مکمل احتراز کیجیے۔ ایسا نہ ہو کہ غصے میں آکر آپ بد دعا دیں، وہ قبول ہو جائے اور بعد میں اولاد کو کوئی نقصان پہنچے اور آپ کے پاس کوئی چارہ نہ رہے۔ اولاد کا نقصان، آپ ہی کا نقصان ہے۔

منبرِ نظامِ تعلیم

شماعظم خاں خاگوانی

بہارِ حیات

اگست ۱۹۳۰ء کی ایک چمکیلی صبح تھی موسم کی تلخی جون جولائی سے کچھ کم نہ تھی۔ لیکن اس جس زدہ موسم کو کسی طور پر بھی خوشگوار نہیں کہا جاسکتا تھا۔ انگریز ڈپٹی کمشنر کی سیاہ رنگ کی فورڈ گاڑی جسے انتہائی سلیقے سے صاف کیا گیا تھا موٹر کے وقت مقررہ سے ٹھیک ایک منٹ پہلے ملتان کے ڈی سی کے دفتر کے سامنے کچھری میں آ کر رکی۔ انگریز ڈی سی کا ریسے اتر کر اپنے دفتر میں بیٹھا۔ چوہدری نے سائیلوں کو آواز میں دینا شروع کر دیا۔ چوہدری سی کے ساتھ بیٹھا تھا وہ ایک پٹھان خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ شیر محمد خان غلینائی گورا چٹا بارعب آدمی جس نے پٹھانوں کا روایتی لباس شلوار قمیص اور کلاہ زیب تن کیا ہوا تھا۔ اہلداہلینان کے ایک نائل کے بعد دوسری پٹھان تھا کہ گھڑیال نے گیارہ بجائے دفعتاً پندرہ بیس زجرانوں کی ٹولی کچھری سے اندر داخل

ہوئی۔ بظاہر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کوئی گروہ مقدمہ کی پیشی پر آیا ہے۔ ان میں سے تین یا چار آدمیوں کے ہاتھوں میں شیٹے کی بوتلیں تھیں جو وہ رسیوں سے باندھ کر ہاتھوں میں لٹکائے ہوئے تھے۔ وہ گروہ خاموشی سے عدالت کے احاطہ میں چلتا ہوا سیدھا ڈپٹی کمشنر کی نئی فرورڈ کے پاس گیا اور بیک آواز "ہندو مسلم بھائی بھائی، گوروں کی اب شامت آئی" کا فلک شکاف نعرہ لگایا اور بوتلوں کا محلول گاڑی پر اتر پڑا۔ اس سے نذر آتش کو دیا اس سے پہلے کہ ڈی سی کورٹ کا اکلوتا سپاہی سنبھلتا، شہر بند یہ جاوہ جا، نظروں سے غائب ہو گئے، نہ جلنے پر اس محلول کا کمال تھا یا گاڑی کی ذاتی بناوٹ وہ کہوں جلی ساون کے ہینے میں ایسی جلی کہ جوالہ مکھی بن گئی۔ یار لوگوں نے اپنے انگریز حاکم کے سامنے نمبر بنانے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ جس کے ہاتھ میں جوڑ تین لگا وہ پانی سے

بھر کر گاڑی کی طرف اچھالنے لگا۔ لیکن کوئی بھی ۸۰۰ روپے کی خطیر رقم کو خاکستر ہونے سے نہ بچا سکا۔ ۱۹۲۷ء میں آٹھ ہزار روپے کا مطلب تھا تحصیل و لاڑی میں ۱۶ مربع زمین کی قیمت۔ اور ایک دیانتدار حاکم کے لیے دوبارہ ایسی گاڑی خریدنا گویا جوئے شیر لانے کے برابر تھا۔ یہ حادثہ ایسے آناٹا بنا ہوا کہ کوئی بھی شخص فوری طور پر اسے سمجھنے سے قاصر رہا۔ ڈی سی خاموشی سے اٹھا عدالت کے دروازے تک آیا، جلتی ہوئی موٹر کا نظارہ کیا اور اسی خاموشی سے واپس ڈانس پر جا کر کسی عدالت پر براجمان ہو گیا۔ اس کے منہ سے ایک طویل خاموشی کے بعد جو پہلا لفظ نکلا وہ تھا "چٹھی" غلط معمول عدالت کا وقت ختم ہونے سے پہلے ضلع کچھری میں چٹھی کا اعلان کر دیا گیا۔ بالو لوگ خاموشی سے دفتروں سے اٹھ کر چلے گئے، تجربیٹ وغیرہ بھاگے بھاگے آئے لیکن ڈی سی نے انہیں سر دہری سے گھر جانے کو کہا۔ ڈی سی نے ہاتھوں کا پیالہ بنا کر منہ دھوا۔ سپا لیا اور کسی عدالت میں خاموشی سے دھنسن گیا، ساری عدالت فارغ ہو گئی، سوائے ڈی سی کے اور اہل ہمد شیر محمد خان غلینائی کے اور ایک چپراسی کے۔ یہ دونوں حضرات ڈی سی کے جانے کے منتظر رہے۔ کاتی دیر بعد ڈی سی نے محسوس کیا کہ گروہ عدالت میں کوئی اس کے ساتھ اور بھی ہے اس نے

تجاہل عارفانہ کے ساتھ ہاتھوں کو منہ سے ہٹایا تو سامنے شیر محمد خان غلینائی کو بینھا دیکھ کر کہا آپ کو چٹھی ہے آپ گھر کیوں نہیں گئے؟ جواب وہی تھا جو ہونا چاہیے تھا جناب ہمارا یہ فرض ہے کہ جس وقت آپ عدالت سے تشریف لے جائیں اس کے بعد ہم عدالت چھوڑیں ڈی سی نے انتہائی دیکھے لہجے میں شیر محمد خان کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی خواہش ظاہر کی کہ اگر ان کے پاس وقت ہو تو وہ کچھ گپ شپ کرنا چاہتا ہے۔ شیر محمد خان کے لیے یہ نظارہ اجنبی تھا تاہم انہوں نے خوشی سے اس کے ساتھ بیٹھنے کا عندیہ دیا۔ کچھ دیر کے لیے حاکم محکوم کے درمیان حجاب اٹھ گیا۔ کالے اور گورے نے اپنے اپنے مقام کو بھلا کر دو انسانوں جیسی باتیں کیں۔ ایک دوسرے کے سامنے اندر کے انسان ظاہر ہوئے اور ان دو انسانوں کے درمیان جو کالمہ ہوا وہ مندرجہ ذیل ہے اور آج بھی ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

انگریز حاکم نے مخاطب کرتے ہوئے کہا دیکھو خان صاحب ہم نے اور ہمارے اجداد نے ہزاروں کوسوں کے فاصلے سے یہاں آ کر ہندستان پر حکومت کی۔ ہمیں شدید زحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمیں سلطان پٹو سلطان سے واسطہ پڑا۔ ہمیں جنگ پلاسی لڑنی پڑی۔ ہم نے ہندستان کے ہزاروں

کو بچاں کیا۔ وہیں مغلوں کو ذلیل کیا، مسلمانوں کو خصوصی طور پر ہمیں انتہائی سختی سے کنٹرول کرنا پڑا، ہم نے یہاں لوگوں کو جاگیریں دے کر ایک مخصوص طبقہ پیدا کیا جو برس و وقت میں ہمارے دست بازو بنے اور انہوں نے انگریزی سرکار کی جڑیں مضبوطی سے سرزمین ہندستان میں اتاریں لیکن ان ساری سہولتوں کے باوجود ایک چیز ہمیشہ ہم پر واضح رہی کہ وہ طبقہ جسے عوام کہا جاتا ہے بالخصوص مسلمان نہ صرف ہم سے ہمیشہ ایک فاصلے پر رہے بلکہ متنفر رہے وہ فلق سے سوئے سیکھیں انگریز کے زیر بار نہ ہوئے۔ انہیں جب بھی موقع ملا انہوں نے شورش برپا کی، ہم نے بے حد کوشش کی کہ گاڑی پوش جنہیں ناناں جو جس بھی ہر روز نصیب نہیں ہوتی بلکہ فائدہ بردار ہیں زیر دام آئیں لیکن ہماری ہر سعی، سعی رائیگاں ثابت ہوئی برطانوی سرکار کے نمائندے سر جوڈ کر لندن میں بیٹھے، مختلف آراء دی گئیں، مختلف ضابطے بنائے گئے۔ ہندستان کے لوگوں کو تنہا نیدار اور پٹواری کے سپرد کیا گیا۔ لیکن تمام چالوں کے باوجود وہ گورہ مقصود ہاتھ نہ آیا جو ہمارا ضرورت تھی مگر آج جو عینہہ پایندہ لندن میں ایک بطل رشید پیدا ہوا اور وہ تھا لارڈ میک لے اس نے آخر کار اس نکتہ کو پایا کہ ہندستان کے لیے ایک ایسا نظام

تعلیم وضع کیا جائے جو صرف ہندستان کے لیے ہو۔ قرآن کے مقابلے میں فلسفے کو لایا گیا۔ حدیث کے مقابلے میں میکانی ٹرکھائی گئی۔ مولوی کے مقابلے میں فنڈ پر داری اور فکر و دانش سے محروم مشر جو بلا تکلف حاکم وقت کے سامنے سجدہ ریز ہوا یا ایک نادری اور عربی کے مقابلے میں انگریزی کو لایا گیا۔ غرض ہم نے ہمارا نظام تعلیم مکمل طور پر تبدیل کر دیا۔ اور اب ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم نے حریت کی روح قتل کر دی ہے ہمیں اطمینان ہے کہ ہندستان سے ہم نے جو کچھ لینا تھا وہ لے لیا۔ اور ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ جلد یا بدیر ہمیں اس اجنبی سرزمین کو چھوڑنا ہے لیکن شیر محمد خان! تم میری بات کو آج کی تاریخ کے حوالے سے یاد رکھو کہ ہمارے لیے ہوئے نظام نے ایسے شخص پیدا کر کے جو ہیں جو اپنی سرزمین پر اجنبی ہوں گے۔ جو اگرچہ انگریز نہ ہوں گے مگر ہندستانی اور مسلمان بھی نہ ہو سکیں گے وہ جس راستے پر سفر کریں گے وہ انہیں اتق و تق صحرائیں ہی لے جائے گا وہ ہر ہر طور پر ہمارے غلام ہوں گے وہ جب ان کی سیوں پر بیٹھ کر فیصلے کریں گے تو ان کے فیصلے ہندستانی رعایا کو جنہم میں دھکیل دیں گے۔ ہمارا نظام تعلیم صرف اور صرف غلام پیدا کرے گا۔ ان کا انصاف بے انصافی ہو گا۔ ان کا قانون لا قانونیت ہو گا۔ ان کی تعلیم

جہالت ہوگی۔ وہ وقت ضرور آئے گا تم ہمارے انصاف کو پکارو گے بلکہ تم ہماری قوم کو آواز دو گے کہ دوبارہ ہمیں غلام بنا لو۔ اور یقیناً تم کسی نہ کسی قوم کے معنوی غلام رہو گے۔ ہمارا نظام تعلیم تمہارے بارے میں صرف اور صرف مرنے پیدا کرنے کا ہے۔ اس کے بعد وہ انگریز اپنے گھر چلا گیا اور وہ ہندوستانی بٹھان اپنے گھر چلا گیا دو سو روپے کی دہی کا مالک اور دہی محکوم موجود تھے۔ کرسی آج بھی موجود ہے۔ حاکم آج بھی موجود ہے محکوم آج بھی موجود ہے۔ آج اگر قانون ہے انصاف ہے یا ہوتا نظر آ رہا ہے لوگوں میں سکون ہے عوام میں حاکم اجنبی نہیں ہیں غریبوں اور بے یار مددگار لوگوں کے لیے اور قانون اور ایک خاص طبقے کے لیے دوسرا قانون نہیں ہے قرآن و سنت کی بالادستی ہے اور حکمرانوں میں اسلامی تہذیب و معاشرت کے آثار دکھائی دے رہے ہیں۔ تو پھر ہم سمجھتے ہیں کہ وہ انگریز حاکم اپنی قیمتی گاڑی کے چلنے سے جو اس کو بیٹھا تھا اور اس نے ایک لائسنس تقریر جھاڑ دی تھی اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اسی نظام تعلیم میں ڈھلے ہوئے لوگ اگر ہمارے حاکم ہیں تمہارے لوگوں کی عزتیں لٹ رہی ہیں۔ عدالتوں میں مخلوق خدا کے ساتھ ظلم کی انتہا ہو گئی ہے ایک

طبقہ بھیتوں کا ہے اور ایک طبقہ بھیتوں کا ہے۔ پارلیمنٹ میں بد معاشی اور بددیانتی نمائندے موجود ہیں بغرض ہر شعبہ بربادی کی آخری حدود کو جا پہنچا ہے اور اس تصور کو ہم حلق سے نیچے اتار رہے ہیں جو نظام تعلیم میں ڈھل کر نکلی ہے تو پھر میری طرف سے اس انگریز کی سی کے لیے صرف غالب کا یہ ایک شعور ہے یہ مسائل تصوف یہ تیرا بیان غالب تھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا کیونکہ وہ یہ راز کھول گیا کہ وہ اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم ایک سازش ہے فقط دین و سرور کے خلاف یہ پیر کلیسا کی کرامت ہے کہ جس نے بکلی کے چراغوں سے منور کیے افکار

حضرت حسین کا دستور العمل تھا کہ آپ اکثر اپنے ہاتھ سے سودا خرید کر بازار سے لایا کرتے تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ ترازو کے دونوں پلاٹوں میں ہر چیز کو وزن کر لیتے تھے۔ ایک روز ایک سبزی فروش عورت سے سبزی خرید کر ترازو کے دونوں پلاٹوں میں وزن کرایا۔ سبزی فروش عورت نے بطور اعتراض کے عرض کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا کہ تیرا حق میری جانب اور تیرا حق تیری جانب نہ آجائے میں تجھ کو پاک کرتا ہوں اور خود بھی پاک رہتا ہوں کیونکہ دوسرے کاق عالم بقا میں بڑی خرابی پیدا کرتا ہے۔ وہ عورت قدم بوس ہوئی اور آئندہ احتیاط رکھنے لگی۔

• دانیوں میں سب بڑی دانائی تقویٰ ہے جماعتوں میں بڑی حماقت بیکاری ہے۔
 • جب بندہ میں دنیا کی کسی زینت سے غرور آجاتا ہے تو جب تک اس زینت سے جلدی اختیار نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کو دشمن رکھتا ہے۔
 • جب تم میں غرور کی عادت اور اپنے نفس کو نصیحت کرنے کی عادت پیدا ہو جائے تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ تم پر بہت مہربان ہے۔
 • رسلہ عطیہ ناز (پہلا)

مشورہ عملی

بدو بیہ کی ممتا

جان بہ لب بیٹے کے لیے صحرا میں گونجنے والی نسوانی پکار..... سعودی عرب میں ایک ناقابل فراموش تجربہ

آمن شام میں معمول سے کہیں آگے نکل آیا تھا۔ خیالوں میں مگن ساحل سمندر کی گیلی ریت پر ننگے پاؤں چلتا ہوا اپنے کیمپ سے خاصا دور پہنچ گیا تھا۔ یکایک مجھے اس کا احساس ہوا تو پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ارے! کیمپ واپس پہنچنے میں آج تو خاصی دیر ہو جائے گی۔ میرے دائیں طرف سمندر کی موجیں سفید جھاگ اٹھاتی ساحل کو جوم جوم کر پیچھے لوٹتی اور پھر پھر کر آگے بڑھتی ہوئی اپنا فطری عمل جاری رکھے ہوئے تھیں۔ بائیں جانب سفید ریت کے ٹیلے ساحل کے ساتھ ساتھ دور تک قطار بانڈھے چل رہے تھے۔ جہاں تک تک یکساں نظر آخر شام کے دھندلے اور تنہائی کے احساس نے ماحول کچھ پر اسرار اور ڈراؤنا سا بنا دیا تھا۔ مجھے سمندر سے پیار ہے۔ ریتیلے ساحل پر تنہا سیلوں پیدل چلنے اور اس دوران اپنے آپ سے باتیں کرنے سے پیار ہے۔ عرب کی اس ملازمت کے دوران جب سمندر کا قریب نصیب ہوا اور نمک معاش سے فراغت کے سبب تنہائی اور سیلوں پیدل چلنے کے مواقع ملے تو شکرانہ نعمت کے طور پر ہم نے جلد ہی یہ معمول بنا لیا۔ ہر شام کیمپ کے باہر ساحل سمندر پر پیرا کی یا تفریح کی غرض سے جمع ہوتے۔ کبھی کبھی میں بھی اپنے دوستوں کے ساتھ ان مشغلوں میں شامل ہو جاتا۔ اور نہ میرا

اپنا ایک مخصوص راستہ تھا جس پر میں روزانہ سمندر کی لہروں کے ساتھ ساتھ چل پڑتا۔

ان دنوں گھروالے اکثر خطوں میں میری شادی کا تذکرہ کرتے۔ کبھی کوئی اپنے نزدیک آجھا اور موزوں رشتہ تجویز کرتے۔ کبھی مجھ سے میری پسند میرے آئیندگی اور میرے مستقبل کے حوالے سے سوال لگھو بیٹھتے یہ میری زندگی کے وہ دن تھے جب آدمی خواب زیادہ دیکھتا ہے مگر ان کی تعمیر ان خوابوں سے کس قدر متاثر ہوگی یا مختلف اس بات کا علم اسے نہیں ہوتا۔ تخیل کی ایک دنیا آباد ہوتی ہے اس کے سن میں سو یہ میرا حال تھا۔ ان دنوں سمندر میرا ہر آرزو تھا اس کے ہمراہ وہ ریت کے ٹیلے میرے ہم سخن تھے۔ میرے خوابوں کے بے شمار رنگ آج بھی اس ساحل سمندر کی ریت پر بکھرے ہوئے ہیں۔ میری آرزوؤں کے نہ جلنے کتنے زاویے ان ریتیلے ٹیلوں کی تختیوں پر نقش بریل میں خیالوں میں بہت دور تک چلا آیا تھا۔ کچھ دیر رستہ کے بعد میں کیمپ کی طرف لوٹنے لگا۔ دوراب سمندر پر اندھیرا کی چادر تنے لگی تھی۔ کہیں کہیں کسی ماہی گیر کشتی کی لائٹس کی ٹٹماتی روشنی ایک جگہ اور پراسرار سا نقطہ بنا لیا۔ گلجی کشتیاں اور ان کے سفید بادبان اندھیرے میں

سطح سمندر پر تیرتی نیک اور بد روجوں کے مانند گنگے رات کے بڑھنے سے لہروں کا شور بھی بڑھ رہا تھا۔ میں نے قدم تیز کر لیے یکایک بدن میں کپکپی دوڑ گئی خوف کے مارے میں دوڑنے لگا۔ میری دائیں جانب ریت کے ایک ٹیلے سے نسوانی آواز پکار رہی تھی۔

”لے رفیق۔ میری مدد کر... اللہ کے لیے... ادھر آ... میری مدد کر؟“

چپیں اور لڑکپن میں بڑے بوڑھوں سے تنہا سا فزکی راہ روکنے والی حسین پڑیلوں کا تذکرہ کئی مرتبہ سنا تھا۔ اس وقت خیال آیا کہ شاید ایسا کوئی تجربہ مجھے بھی ہونے والا ہے۔ قرآنی آیتوں کا درد کرتے ہوئے میں اب سر پٹ دوڑنے کی ٹھان ہی رہا تھا کہ ٹیلے سے پھر ندا آئی۔ اب وہ درود پکار رہی تھی۔ میرا بیٹا مل رہا ہے... واللہ لے رفیق! میری مدد کر۔“

بڑیل؟ نہیں، یہ میرا دم ہے۔ یہ توئی کوئی بیٹی جاگتی عورت ہے، یہ بد عورت یہ صحرائی بیٹی جو کبھی کسی اجنبی مرد کی طرف شاید دیکھنا بھی پسند نہ کرے۔ اس وقت یوں گڑ گڑا کر مجھے بلارہا ہے... وہ طویل قامت اور شد دل بدن کی بدو یہ تھی، سر سے پاؤں تک بھاری بھر کم صحرائی عرب عورتوں کے لباس سے ڈھکی ہوئی

بلکہ سیاہ برقع بھی اوڑھے ہوئے تھی جس میں سے فقط اس کی آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔

یہ پریشان حال بدو یہ واقعی مدد کی طالب ہے، پھر عربوں کے رسم و رواج اور ان کے سخت قوانین کا خیال آیا تو میں جھپک سا گیا کسی بھی غیر محرم عورت کی طرف پیش قدمی کرنا خطرے سے خالی نہ ہوتا۔ اور وہ تنہا تھی میں آگے بڑھنے سے گھبرا رہا تھا مگر اس کی بار بار کی ”تعال ہنا... ادھر آ، ایک ایسی التجا تھی جسے میں نظر انداز نہ کر سکا اور ہر قسم کا خطرہ مول لے کر اس کی جانب بڑھنے لگا۔ صحرائی عورت میرے آگے آگے ہر نیوں کی طرح تلاپچیں بھرتی دوڑنے لگی وہ پیچھے مڑ مڑ کر مجھے اپنے نقوش قدم پر چلے آنے کے اشارے بھی کرتی جاتی تھی۔

میں حیران تھا کہ آبادی سے اتنی دور سمندر کے پاس وہ کیسے آ پہنچی تھی کون لوگ تھے جن کے وہ ہمراہ تھی چند لمحوں میں ہم دونوں ایک بدوئی خیمے کے سامنے کھڑے تھے ریت کے تیلوں کے درمیان ایک ہموار جگہ کھجور کی شاخوں پر اونٹوں کی اون سے بنے کبل ڈال کر یہ خیمہ تیار کیا گیا تھا۔ خیمے کے باہر پانی کا ایک مخیزہ رسیوں کے ذریعے معلق تھا۔ اس صحرائی خاندان کے پاس پانی کا غائبناہی ذخیرہ تھا۔ ایک جگہ

ریت کھود کر گڑھا سا بنا دیا گیا تھا جو کھانا پکانے کے لیے چولہے کا کام رہا تھا۔

خیمے کے دروازے سے ہو کر وہ عورت اندر داخل ہوئی اور مجھے بھی اپنی روایات اور رسم و رواج کے انتہائی خلاف لیکن سخت مجبوری کی حالت میں اندر چلے آنے کا اشارہ کیا۔

یہی اس کی معمولی سی کائنات تھی، چند برتن زمین پر بچھے، کھردری اون کے غالیچے ایک دو گادو تیکے، کونے میں پڑی چند کپڑوں کی ایک گھڑی۔

”یہ دیکھو... میری نظر کی روشنی... میرا بیٹا دیکھو اسے کیا ہوا ہے؟ کیا تم دکتور ڈاکٹر ہو؟“

صحرائی عربی سمجھنے میں وقت تو مورہ ہی تھی مگر کچھ عرصہ قیام کے بعد میں نے عربی میں تھوڑی شد بد حاصل کر لی تھی وہ کوئی گیارہ بارہ برس کا ایک وجیہ لڑکا تھا۔ چہرہ تانبے کی طرح سرخ آنکھیں نیم وا اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو میرا اپنا ہاتھ جھلس سا گیا۔ اس قدر شدید بخار تھا۔ اس دوران لڑکے ان کے مٹی کے تیل کا دیا جلادیا تھا۔ اس ملک میں جہاں سے بجلی بنانے اور دوسری ضروریات کے لیے دنیا بھر کو پٹرول جاتا تھا، اب بھی صحرائی لوگ مٹی کے تیل کے دیوں سے گھروں

کو روشن کرتے تھے۔

”نہیں، میں ڈاکٹر نہیں... تمھارے بیٹے کو بہت شدید بخار ہے، اس کو فوراً ہسپتال لے جانا چاہیے۔ مگر اس کا والد کہاں ہے؟ میں نے جیسے تیسے اجنبی عورت کو اپنا مطلب سمجھا دیا۔“

”اللہ! میں کیا کروں؟ وہ بولی... ہم لے کیسے لے کر جائیں گے اس کا باپ مدینہ شہر سے کسی طبیب کو لانے گیا تھا مگر ابھی تک نہیں آیا۔“

میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا: ہم دونوں اس بچے کو اٹھا کر لے چلتے ہیں۔ اور بچے کی ماں نے ماتا کے جذبے سے منسوب ہو کر فوراً ایک غیر ملکی اور غیر محرم مرد کا مشورہ قبول کر لیا۔

راستے میں اس کی باتوں سے جڑوٹا چھوٹا مطلب میں نے اخذ کیا، وہ یہ تھا کہ حسن اچھا اس کے مشورہ کا نام تھا، تیل کپنی کا شہرہ سن کر اپنے صحرائی علاقے سے سیلوں کا سفر طے کر کے ملازمت کے لیے اس جگہ آیا تھا دو بچوں کو اپنے بوڑھے ماں باپ کے پاس چھوڑ کر کہ وہ ان سے دل بہلائے رکھیں صرف بڑے بیٹے اور بیوی کو ساتھ لے کر وہ یہاں سمندر کے کنارے خیمہ زن ہو گیا تھا۔ وہ بھرتی کے لیے گیا بھی نہ تھا کہ بیٹے کو بیمار ہی نہ آیا اسے شدید بخار اور ہندیانی کیفیت میں بڑبڑاتا دیکھا

تو گھبرا گیا اور دو پہر کو خیمے سے نکل کھڑا ہوا تاکہ اپنے بدوئی اعتماد کے مطابق قریبی شہر سے کسی ایسی ملیم کو بلا لائے۔ شام پڑے تک جب کچھ نہ بن پڑا تو وہ عورت سرا سیم ہوئی اور یہ سوچ کر سمندر کی طرف دوڑی کہ شاید ماہی گیروں کی کوئی کشتی ادھر آنے لگے تو اس کو مدد مل سکے۔

اب میں بیمار لڑکے کو کاندھے پر اٹھا کر بو جھل قدموں سے کیمپ کی طرف چل پڑا تھا۔ جسم تھک کر چر رہا تھا کیونکہ وہ عورت زیادہ دور یا دیر تک بیٹے کو اٹھا کر چل سکتی تھی نہ میری مردانہ حمت اس کی اجازت دے سکتی تھی۔ ہاں وقفے وقفے سے میں لڑکے کو کاندھے سے اتار کر سستا ضرور لیتا تھا اب رات کی تاریکی مکمل اماطہ کر چکی تھی۔ اس تاریکی ادھ تنہائی میں ایک جواں عمر بظاہر خوش شکل مگر اجنبی عورت کا ساتھ، ابھی کچھ دیر پہلے جب میں ساحل سمندر پر تنہا چل رہا تھا تو میرے خیالوں میں رنگ برنگ تسلیاں اڑ رہی تھیں جن کے تما قب میں اتنی دور آنکلا تھا اس وقت میں اپنے مستقبل کے خوابوں میں دھنک رنگ شفق، برف پوش براق، پہاڑی چوٹیوں، اجنبی دوسوں کے تاریخی مقامات پیرس کی گلیوں، لندن کی سڑکوں، اسپین کے اسلامی آثار اور امریکی سکائی سکرپروں کے حسین منظرے فٹ کر رہا تھا۔ مگر اب

ایک انسانی فریضے کے یو جوتے تھے ہونے کے باوجود بہت ہی تازہ دم اور شگفتہ طبیعت کے ساتھ کیمپ کی جانب چل رہا تھا۔ سچو ارٹشن انسان کو کیا سے کیا بنا دیتی ہے اس بات کا اندازہ اس وقت ہو رہا تھا۔ ہم کیمپ میں داخل ہوئے جیسا سیدھے فرسٹ ایڈ پوسٹ پر پہنچے۔ وہاں کے عرب انچارج نے اپنی ہم وطن سے تمام ماجرا سنا میری طرف تشکر آمیز نگاہ سے دیکھا چہرہ بولا: ”رفیق! آپ نے بہت اچھا کیا جو لڑکے کو یہاں لے آئے۔ اس کا اچھا بیوٹنس سنگھارا ہسپتال بھجوا دیتا ہوں۔ اور وہاں اب آپ جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔ میں سب کچھ دیکھ لوں گا۔ کیوں اے اتنا میری بہن اٹھیک ہے نا؟ اجنبی کو اب جلنے دیا؟“

لایا اتنی دنیں میرے بجائے یہ رفیق ہمارے ساتھ ہسپتال چلے گا۔ وہ میرے عبد اللہ کو اتنی شفقت سے یہاں تک لایا ہے۔ اس سے کہو کہ جب تک ابو عبد اللہ (عبد اللہ کا باپ) میرے پاس نہیں پہنچتا یہ ہم کو اکیلے چھوڑے۔“

زندگی میں خوش قسمت انسانوں کے لیے کبھی کبھار چند لمحے ایسے بھج آتے ہیں جب ان کی رو میں پاکیزگی کی انتہا کو چھو رہا ہوتی ہیں۔ وہ لمحے جب شجر و حجر میں دلائل سمندر و صحرا، دشت و دریا، خالق کائنات

کے سامنے گواہ بن کر پیش ہوتے ہیں کہ لے زمینوں اور آسمانوں کے رب! تیرا یہ بندہ خواہ چند لمحوں کے لیے سہی، انسانیت کی بلندیوں تک پہنچا ضرور ہے۔

ابنہی عورت جو اس وقت سب کچھ بھلا کر صرف ایک ماں کی طرح سوچ رہی تھی اس کے وہ پراعتقاد گلے جن میں درد پار سے آتے ہوئے ایک غیر مرصے کے لیے کسی بدگمانی یا بداندیشی کا شائبہ تک نہ تھا مجھے اپنے حق میں پیش کی ہوئی شہادت لگے۔

لڑکے پر تائید کا شدید حملہ ہوا تھا ڈاکٹر نے معائنے کے بعد اعلان کر دیا کہ اسے اسپتال میں داخل کر لیا گیا ہے۔ علاج ہو گا مگر چند ہفتے لڑکا اپنے ماں باپ سے جدا رہے گا۔ میں اسپتال کے ایک جیب میں واپس نیچے کی طرف دوڑا۔ کچھ دیر انتظار کے بعد بدواپس پہنچ گیا مگر طیب کے بغیر اس بھولے بادشاہ کو شاید علم نہ تھا کہ تیل کپنی کے جدید ترین اسپتال اور دنیا بھر سے منگوائے ہوئے ماہر ڈاکٹروں کی موجودگی کے باعث علاج معالجہ بہت آسان اور تیز بہوت ہو گیا تھا۔

بعد اللہ درہفتوں میں صحت یاب ہوا اور تین ہفتے اسپتال میں زیر علاج رہا۔ حسن اور اس کی بیوی کے لیے یہ عرصہ بہت کٹھن تھا صحرا کے رہنے والے یہ تصور بھی نہ کر سکتے

تھے کہ ماں باپ کی گود سے محروم کر کے کسی کی اولاد کو ڈاکٹروں اور نرسوں کی نگرانی میں بھی دکھا جا سکتا ہے۔ اس دوران میں بھی کچھ وقت نکال کر بچے کی عیادت کو جاتا رہا۔ حسن اب میرا گرا دوست بن چکا تھا۔ عبدالمنڈ بٹھے بہت چاہنے لگا اور صحرا کی وہ دختر اپنے شوہر کے ذریعے مجھے مشورے دینے لگی کہ اے رفیق! تم اب اپنے وطن کبھی نہ جانا۔ یہیں عیس میں کسی عورت سے شادی کر لو۔۔۔ کسی بدویہ سے کرو تو بہت خدمت کرے گی اور ہمیشہ تمہارے ساتھ خوش رہے گی۔

حسن کو آملی کپنی میں آخر کار ملازمت مل گئی۔ اسے ہنر تو کوئی آتا نہیں تھا۔ میں نے کہہ دیا کہ اسے عام مزدوروں میں بھرتی کر دیا۔ میسر اور اس کے مرتبے میں خاما فرق تھا، یعنی میں دفتر میں تعلقات عامہ کا افسر اور وہ ایک عام مزدور۔ مگر ہماری دوستی برقرار رہی۔ وقت گزرتے پتہ پتہ بھی نہ چلا اور وہ لڑکا عبدالمنڈ بھی تیل کپنی میں ملازم ہو گیا۔ حسن کہا کرتا کہ میں اپنے بیٹے کو ڈاکٹر بنا نا چاہتا ہوں میں نے اسے مشورہ دیا کہ شام کے وقت کپنی کے مدرسے میں عبدالمنڈ کو انگریزی اور حساب سیکھنے کے لیے بھیجا کرے۔

وہ میرا مشورہ مان گیا اور آج... جیب میں اپنے وطن میں بیٹھا ہوں ابھی ابھی برسوں پرانے تصویریں الیم کے اوراق الٹ کر

فارغ ہوا ہوں۔

یہ اور ان نظاروں اور چہروں کے درمیان اب سیلوں اور برسوں کا فاصلہ حاصل ہے۔ حسن اب اس دنیا میں نہیں۔ وہ بدویہ اب نیچے میں نہیں رہتی بلکہ بڑے ننھاٹھ سے اپنے بیٹے عبدالمنڈ کے ساتھ اس کے عالی شان مکان میں رہتی ہے۔ اس کی ایرکنڈیشنڈ بیوی لگ کار میں بیٹھتی ہے اور وہ عبدالمنڈ تیل کپنی کے اسکول میں نہایت ذہین ثابت ہوا اور کپنی کے خرچ پر بیروت کی امریکی یونیورسٹی سے ڈاکٹر بنا اور پھر کپنی ہسپتال میں بڑے عہدے پر فائز ہوا۔ اس کا چھوٹا بھائی انجینئر ہے اور بہن کسی امیر عرب تاجر کی شریک حیات ہے۔ مگر ان تصویروں میں کاش وہ چہرہ بھی محفوظ ہوتا جس کی صحرائی ہر نیوں جیسی دو آنکھیں ہی میں نے دیکھی تھیں اور ان دو آنکھوں میں مامتا کی تڑپ اور بیمار بیٹے کی تکلیف کا کرب سم آ یا تھا جو سیر ذہن کے الیم میں محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان آنکھوں میں ویسی تڑپ اور ویسا کرب کبھی نہ جھلکے!

• جس شخص کی نیت اور دل صاف ہوتا ہے وہ کبھی کسی کو دھوکا نہیں دیتا۔
• جو شخص لوگوں کا شکر یہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔
اسانؤرشید

علی احمد عثمانی



چنا پندرہ بے ہارس اپنی گنٹا لٹس اور وسعت اور سادہ مالیات کے اعتبار سے اس کے نازداد اٹھا کر اس کی تربیت کرتے اس طرح غانم کے اندر محبت ذات اور ایک ملن کی انانیت پیدا ہو گئی ابھی دس سال کی عمر تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ والد کا یہ سایہ سر سے اٹھ گیا اور یہ بے سہارا اور یتیم ہو گیا۔ چنا پندرہ اپنی اور اپنی بیوہ والدہ کی روزی روٹی کھانے کے لیے اس کے لیے کوئی نہ کوئی

پریشہ سیکھنا ضروری ہو گیا تھا۔ اس کی والدہ اس وقت بیوہ ہو چکی تھی اور اس کے بیٹے غانم کے سوا اس بے سہارا عورت کا اس دنیا میں کوئی سہارا باقی نہیں رہ گیا تھا اس کی والدہ نے اس کے لیے کسی ایسے آسان اور سہل پیشہ کی تلاش شروع کر دی جو آسان ہونے کے ساتھ ساتھ بے خرچ بھی ہو اور جس میں دوکان کی بھی ضرورت نہ ہو۔ چنا پندرہ کفیش دوزی کے سوا اس کی والدہ کو اتنا کم خرچ اور نفع بخش پیشہ نہ مل سکا۔ اس کی والدہ نے اسے حملہ کے ایک کفیش دوز کے یہاں اسے نوکر بنا کر چھوڑ دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد غانم اس پیشہ میں پختہ ہو گیا اور اس نے اس کے ذریعہ اپنی اور اپنی بیوہ والدہ کی روزی پیدا کرنی شروع کر دی۔ دن اسی طرح گزرتے رہے۔ غانم کے بھلے دی اس طرح لوٹ آتے

خستہ حال کی زندگی بسر کرتے ہوئے فقیر و مسکنت اور ضرورت مندی کا مزہ چکھ چکے تھے اس کے والد نے چالیس سال کی عمر تک اپنی شادی نہیں کی تھی اس عمر کو پہنچنے کے بعد جب اس نے اچھا خاصا مال جمع کر لیا تو اسے ایک ایسی بیوی کی ضرورت محسوس ہوئی جو اس کے لیے باعث سکون بن کر اسے زندگی کی مشقتوں اور زمانے کے تقلبات میں کچھ سہارا دے سکے۔

اللہ تعالیٰ نے غانم کے والد کے لیے محلہ کی ایک پینتیس سالہ نادار عورت سے تعارف آسان فرمادیا۔ اس نے اس عورت کے اہل خانہ سے اس کا رشتہ مانگا اور انوکار پوری سادگی کے ساتھ یہ دونوں رشتہ ازدواج میں بندھ گئے اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ ان دونوں کو اس لڑکے کو عطا فرمائے۔ فقر و ناداری کے اس ماحول میں غانم پلا بڑھا وہ چونکہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھا

یہ قصہ ایک ایسے آدمی کا ہے جسے مال کی حد سے زیادہ ہوس ہو گئی تھی اور سونے کی محبت نے جس کے دل پر تسلط جمایا تھا یہ شخص سونے کی چمک و مک کا غلام بن کر اسی طرح اس کا مطیع فرمان بن گیا تھا جس طرح ایک عابد اپنے محبوب کے مقابلے میں ہوتا ہے اس مال کو اپنا قبلہ و کعبہ اور اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا تھا اس کی تمام دوز و دھوپ اور جدوجہد صرف مال ہی کے لیے تھی۔ مال کی اس اندھی محبت میں وہ زندگی کے راز اور حکمت کو سمجھنے میں غلطی کر گیا تھا۔ انجام یہ نکلا کہ صحیح راستے سے بھٹک گیا اور دنیا اور آخرت کا خسارہ اس کا مقدر بن گیا۔ دنیا و آخرت کی ناکامی اس کی ایک واضح قسم کی ناکامی اور نامرادی تھی۔ غانم نام کا یہ لڑکا ایسے نادار اور تلاش والدین کے یہاں پیدا ہوا جو نہایت

کر اس کا استاد کفش و دگر گیا اور غام
سفاں کی گدی سنبھالی اور اس طرح
اس کی یو یہ آمدنی دو گنی ہو کر دن بدن بڑھتی
شروع ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد اس کی والدہ کا
بھی انتقال ہو گیا اور اس نے اپنے اکلوتے
کو چھوڑ کر زندگی کو خیر باد کہہ دیا۔ والدہ کی
وفات کے بعد غانم کسی انیس و غمگسار کے
بغیر غام نہ نشین ہو چکا تھا۔ یہ درست ہے
کہ اسے اپنی والدہ کی وفات کا بہت
گہرا غم لگا تھا اور اس کے بعد اسے
سخت و سخت محسوس ہونے لگی تھی۔
اس کی نگاہوں کے سامنے دنیا اندھیری
ہو چکی تھی زمین اپنی تمام دستوں کے
باوجود اس پر تنگ ہو چکی تھی اور خود بھی
اس صورت حال سے انتہائی مدت تک
عاجز آچکا تھا اس کی حالت ایسی ہو گئی
تھی گویا وہ کسی اندھیری کوٹھڑی میں قید
ہے یا بے آب و گیاہ جگہ میں بھٹک
رہا ہے یا بھینک اور وسیع اطراف
ریگستان میں دھلے کھار ہے۔ لیکن یہ
غم آخر کار دن بدن کم ہوتا جا رہا تھا اور
دن گزرنے پر اس کی وحشت ختم ہوتی
جا رہی تھی حتیٰ کہ وہ تنہائی پسند ہو گیا
جیسے ہجرات آئی وہ دن کے کام کی شقت
کو دور کرنے اور آرام کرنے کے لیے
نور اپنے فلوت کردہ جھونپڑے کی طرف
دوڑ پڑتا جیسے ہی دن نکلتا وہ نوراً اپنی

دوکان کا رخ کرتا۔ وہ دوکان جو اس پر خیر کثیر
اور زبردست منافع کی بارش کر رہی
تھی اس کا مال غامس طور پر اس لیے بھی
بڑھتا جا رہا تھا کہ وہ بالکل تنہا تھا
نہ ماں نہ باپ نہ بیوی نہ بچے نہ کسی کی
کفالت اس کے ذمہ اور نہ وہ کسی مخلوق
کی ہی کچھ مدد کرتا تھا وہ اپنے اوپر بھی بہت
ہی کم توہ اور میں خرچ کرتا تھا۔
غانم اس زندگی کا عادی بن چکا تھا اور
طرز حیات کے ساتھ اسے خاص قسم کا لگاؤ
ہو گیا تھا اسے اپنی سیدھی سادھی دوکان
سے زبردست تعلق اور اپنے کام سے جس
سے وہ اپنے لیے کثیر مقدار میں مال کا رملہ تھا
ایک خاص قسم کا شغف ہو گیا تھا۔ وہ کثیر
مقدار میں سونے کو حاصل کر کے اس کو
جمع کرتا جا رہا تھا گویا سونا جمع کرنا اس کی
زندگی کا واحد مقصد اور دنیا میں اس کی
موجودگی کا بلند ترین ہدف قرار پا چکا تھا۔
غانم کی یہ عادت بن گئی تھی کہ اس کے پاس
جب بھی کچھ مال جمع ہو جاتا تو وہ سناں
کے یہاں بیچ کر اس کے بدلے میں زرغالی
لے لیتا اور یوں اس کے پاس سونے کے
ٹکڑوں کی شکل میں مال کی ایک بڑی مقدار
جمع ہو گئی۔ وہ سونے کے ان ٹکڑوں کو
مضبوط قسم کی ڈبیوں میں رکھ کر اپنے سادہ
اور ٹی کے فرش والے مکان کے نیچے
کھوپے ہوئے گڑھے میں چھپا دیتا۔ جن

لمحات میں وہ نقد مال کو خالص سونے سے
مبادلہ کرتا وہ لمحات اس کے نزدیک سب
سے زیادہ سعید اور دل پسند ہوتے۔ وہ
اس بات کا بڑا اصرار تھا کہ ہفتہ کی مقدار
بڑھ جاتے تاکہ اس طرح اس کے پاس
موجود سونے کی مقدار میں بھی اضافہ
ہو جائے۔
غانم اپنی ذات کے اوپر خرچ کرنے کے
معلے میں بھی نہایت کجوس اور مکھی چوس
واقع ہوا تھا اس نے اپنے سونے کا
سرلیہ بڑھانے کی نگرانی کر کے اپنا ہاتھ
بالکل روک رکھا تھا۔
اس کے نکل اور حجب مال کا یہ عالم
تھا کہ وہ شادی کو ناپسند اور اولاد کی موجودگی
سے نفرت کرتا تھا۔ وہ اپنے محبوب مال
سوفے ٹکڑے کے عشق میں پوری
طرح دیوانہ اور مزید کی آرزو میں بالکل اس
طرح پگھلا جا رہا تھا جس طرح کھانے میں
نمک تحلیل ہو جاتا ہے اس کے لیے سونا
اس الز اور عبود کی طرح ہو چکا تھا جو رکوع
اور سجدہ کا مستحق ہے چنانچہ آپ اسے
دیکھتے کہ وہ ہر صبح سویرے سب سے پہلے
بازار جاتا اور شام کو سب سے آخر میں
واپس لوٹتا اس کی یہ آرزو ہوتی کہ کاش
دن اور طویل ہو جائے تاکہ وہ اور زیادہ
مقدار میں مال جمع کر کے اسلئے اپنی آرزو
اور خواہش پوری کر سکے۔

وہ یہ حقیقت فراموش کر چکا تھا کہ مال
بجائے غم و مقصد نہ ہو کہ شخص وسیلہ ہے
اس نے اپنی جہالت سے دنیا کو دارالقیام
سمجھ لیا تھا اس کا خیال بن چکا تھا کہ زندگی
کا مقصد مال جمع کرنے اور اس کی مقدار میں
اضافہ کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ لیکن
یہ زندگی بھی بڑی عجیب ہے اسے کسی
ایک حال پر مداومت اور استقرار نہیں،
زندگی کی گاڑی ایک ہی رفتار سے نہیں
چلتی، چنانچہ غانم ایک دن اپنی طاقت
میں کمزوری محسوس کر تلے۔ اسے شدید
قسم کی کمزوری کا احساس ہوتا ہے جو اسے
دوکان پر جانے اور مال جمع کرنے سے
عاجز کر دیتی ہے۔ وہ صاحب فراش اور
غانم قید ہو گیا اور متواتر دو دن اپنے بستر
پر ہی پڑا رہا۔ بازار نہ آسکا، بازار میں
اسے نہ دیکھ کر اس کے آس پاس کے
دوکانداروں میں اس کے لیے کچھ تجسس
پیدا ہوا۔ وہ اس سلسلے میں جمع ہو کر کہنے
لگے: غانم کو شاید کچھ ہو گیا ہے، وہ
اپنی عادت کے مطابق آج کل بازار میں
نظر نہیں آ رہا ہے، بڑی حیرت کی بات
ہے وہ سب سے پہلے بازار آتا اور شام
کو سب کے بعد واپس لوٹتا تھا اگر وہ
مال کمانے کے لیے بازار نہیں آ رہا ہے تو
ضرور کوئی نہ کوئی حادثہ اس کے ساتھ
پیش آیا ہے۔

اس کے بازار کے ایک پڑوسی تھے
جس کا نام سعید تھا کہا کہ میں اس کے گھر
جا کر اس کے بارے میں پتہ لگاؤں گا اور
واپسی میں آپ لوگوں کو اس کے احوال
سے باخبر کر دوں گا۔
وہ جیسے ہی اس کے گھر پہنچا تو دروازہ
کو بند پایا۔ وہ دروازہ سے قریب ہو کر
دراڑھی سے اندر کو جھانکنے لگا اس نے
دیکھا کہ غانم بستر پر دراز دروسے کر اپنے
ہوئے سخت افسوس کے عالم میں کڑوٹیں
بدل رہا ہے۔ سعید کو یہ دیکھ کر اس پر
بڑا ترس آیا اس نے نہایت آہستہ سے
اس کے خلل کا لحاظ کرتے ہوئے دروازہ
کھٹکھٹایا۔ غانم نے پوچھا کہ دروازہ پر
کون ہے؟ دروازہ پر موجود صاحب نے
کہا کہ تمہارا پڑوسی سعید میں تمہاری
مزانج پر سی کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ کیا تم
میں سے لے کر دروازہ نہیں کھولو گے؟ غانم
نے کہا نہیں مجھے اس وقت کسی سے ملنا جلنا
پسند نہیں، آپ میری عیادت کے لیے
تشریف لائے اس کے لیے بہت بہت شکریہ۔
آپ براہ کرم واپس ہو جائیں۔ دوسرے دن
سعید کے دل میں اپنے پڑوسی غانم کی
ہمدردی کے جذبات پھر ابھرے وہ دوبارہ
اس کے گھر کی طرف چل دیا۔ پہنچ کر دروازے
اس نے اندر نگاہ کی، اس نے ایک عجیب
منظر دیکھا۔ اس نے ایسی صورت حال کا

مشاہدہ کیا جو بالکل اجنبی اور ناقابل تصور
تھی اس نے دیکھا کہ غانم بیٹھا ہوا ہے اس
کے ایک طرف سونے کے ڈھیلوں والی ڈبہ
رکھی ہوئی ہے اور دوسری زینتوں کے تیل
کا ایک تریبان رکھا ہوا ہے اس نے دیکھا
کہ غانم سونے کے ڈھیلے کو جس کی چمک
دیک پر وہ جنون کی حد تک فریفتہ تھا کچھ
الٹا پلٹا ہے اس کے بعد اسے بوسہ
دیتا ہے اور اس سے کہتا ہے اس
میں سے محبوب سونے کے ڈھیلے بچھے جمع
کرنے اور حاصل کرنے کے لیے مجھے کتنے
پاڑھیلے اور شقتیں اٹھانی پڑی ہیں۔ اپنے
ہاتھوں میں لائے کیلے میں نے کس قدر
صبر و شہادت سے کام لیا ہے بھلا اب میں
تجھ سے جدا ہو کر تجھے دوسروں کے لیے
کیونکر چھوڑ جاؤں؟ خدا کی قسم یہ کبھی نہیں
ہو گا۔ اس کے بعد وہ اس ڈھیلے کو زینتوں
کے تیل میں ڈبو تا ہے اور اپنے سنہ میں
رکھ کر نکل جاتا ہے۔
یہ ماہر دیکھ کر سعید نہایت حیرت زدہ
رہ جاتا ہے اور اسے نہایت ہی سخت
تعجب ہوتا ہے وہ اپنا کام اور دوکان
بھول کر اسی جگہ کھڑے ہو کر غانم کو ایک
ایسی حرکت کرتے ہوئے دیکھنے میں محو
ہو گیا جو اس کے لیے زندگی کا پہلا تجربہ تھا
اس نے ایک ایسے واقعہ کا مشاہدہ کیا
تھا جو کسی انسان کے وہم و گمان میں بھی

نہیں آسکتا تھا سعید نے سوچا کہ کہیں میں تو خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں، چنانچہ اس نے آنکھیں ملیں اور ادھر ادھر نظر دوڑائی، اسے یقین ہو گیا کہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں وہ کوئی خواب و خیال نہ ہو کر سراسر حقیقت ہے۔

سعید تھوڑی دیر تک اس حیرت انگیز اور عجیب و غریب صورت حال کو حیرت سے دیکھتا رہا۔ سعید اپنے جی میں کہہ رہا تھا کہ غانم نے اپنی ساری عمر سونا میسنے اور جمع کرنے میں صرف کر دی اور آج اس کی زندگی کی شمع بجھ رہی ہے۔ اس نے سونے کی محبت میں اپنی آخرت برباد کر دی۔ ہلاکت ہو سونے اور اسے میسنے پر اور ہلاکت ہو اس کا عاشق اور بھاری۔

غانم جب اپنے پاس موجود سارے سونے کو شکل چکا تو اپنے بستر پر دراز ہو گیا۔ مارے درد کے کہ اپنے لگا اور مصیبت کی سختی چکھنے لگا۔ سعید اسے اس حال میں چھڑ کر اپنی دوکان پر واپس آ گیا۔ لیکن اس نے اپنے اس عجیب مشاہدہ کو کسی پڑوسی وغیرہ سے نہیں بتایا اور ایک مقصد کے تحت اس نے اس راز کو پوشیدہ رکھا۔

اگلے دن صبح سویرے سعید غانم کے گھر پہنچا اور دروازے کی دراز سے اندر بھاٹک کر دیکھا تو اسے بے حس و حرکت

اس کے بستر پر دراز پایا۔ اس نے غانم کا نام بار بار پکار کر آواز لگائی لیکن نہ کسی نے اس کی یہ آواز سنی اور نہ جواب دیا۔ اس نے بار بار دروازہ کھٹکھٹایا جب اندر سے کچھ بھی آواز نہ آئی تو اسے غانم کی موت کا یقین ہو گیا۔ وہ اس کے پڑوسیوں کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ وہ اس کے ساتھ ملیں تاکہ اس بات کا پتہ چلایا جاسکے کہ غانم آیا زندہ ہے یا مر چکا ہے۔ پڑوسی آئے اور بار بار دروازہ بجانے کے بعد اندر سے کسی بھی طرح کا جواب نہ ملا۔ سعید نے انھیں دروازہ توڑنے پر آمادہ کر لیا تاکہ غانم کی لاشیں پھولنے اور پھٹنے سے قبل ہی دفن کیا جاسکے اور اس طرح ان پڑوسیوں کا وہ فریضہ بھی ادا ہو سکے جو اس کی تجویز تکفین اور اس کی نماز جنازہ کے سلسلے میں ان پر عائد ہوتا تھا۔

چنانچہ دروازہ توڑ دیا گیا۔ پڑوسیوں نے جب اسے اٹھایا تو انھیں اس میں کچھ زیادہ ہی وزن محسوس ہوا۔ لیکن اس بوجھ کے راز سے سعید کے سوا کوئی دوسرا واقف نہ تھا۔ سعید نے اپنا ایک مقصد حاصل کرنے کے لیے اس راز کو کسی کو نہیں بتایا تھا۔

جیسے ہی لوگ غانم کے کفن و دفن سے فارغ ہوئے اور اسے اس کے آخری ٹھکانے پر پہنچا کر واپس لوٹ کر ادھر ادھر منتشر ہو کر اپنے گھروں کو لوٹے تو سعید غروب شمس

کا انتظار کرنے لگا۔ تاکہ لوگ اپنے اپنے مکانوں میں پہنچ جائیں تو وہ اپنے پروردگار کو عملی جامہ پہنائے۔

چنانچہ وہ بھاؤ ڈالے کہ بدنامی اور رسوائی نیز راز فاش ہو جانے کے ڈر سے نہایت چھپتا چھپاتا اپنے گھر سے نکلا اور غانم کی قبر کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اپنے بھاؤ ڈرے سے غانم کی قبر کھود ڈالی۔ اور اس کے جسم سے پتھر مٹا دیے۔ اس کے بعد اس نے چھری سے اس کا پیٹ چیر ڈالا سونا فوراً ہی اس کے پیٹ سے نیچے زمین پر لڑھک پڑا۔ سعید بڑا خوش ہوا اور سمجھا کہ شاید وہ تو کسی مشقت اور محنت کے بغیر ہی عنقریب مالدار اور صاحب ثروت ہو جائے گا لیکن وہاں ایسی صورت حال پیش آئی جو ناقابل تصدیق اور انتہائی عجیب ہونے کی وجہ سے ایسی تھی کہ اس کی تصدیق ایک صاحب ایمان ہی کر سکتا ہے۔

سعید نے جب سونا اٹھا کر لے جانے کے لیے اس کی طرف توجہ دیا تو سخت آگ میں اس کا ہاتھ جھلس گیا اور اسے نہایت ہی شدید اذیت کا احساس ہوا۔ سعید جان لیتا ہے کہ غانم کا مال آگ کے شعلوں میں تبدیل ہو چکا ہے اسے اس وقت فوراً اللہ تعالیٰ کا یہ قول یاد آجاتا ہے۔

ان الذین یا کونوا مال الیتالی

متوازن غذا

غذا آپ کی توانائی پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے غیر متوازن خوراک آپ کو تھکاوٹ اور کاہلی کا شکار بنا سکتی ہے متوازن خوراک کیا ہوتی ہے اور توانائی کا حصول کیونکر ممکن ہے یہ جاننے کے لیے مندرجہ ذیل مضمون کا مطالعہ کیجئے۔ آپ کچھ ہی دنوں میں اپنی توانائی میں بہتری محسوس کریں گی۔

طویل العمری کی کلید توانائی ہے جو آپ کے خون میں شکر کی صورت میں موجود ہوتی ہے۔ آپ کے خون میں شکر کی مقدار زیادہ نظر آ رہی ہے کہ آپ کتنی توانائی ہیں؟ اس کا تعلق براہ راست اس غذا سے ہے جو آپ کھاتے ہیں۔ خون میں شکر کی کم مقدار آدمی کو سست تھکا ہوا اور فعال بنا دیتا ہے جب کہ شکر کی زیادہ مقدار آپ کو ہلچل چلنے کی مہلت دیتا ہے۔ لیکن یہ مہلت مختصر ہوتی ہے۔

کس چیز سے پرہیز کیا جائے؟ سادہ نشاستہ رکھنے والی اشیاء اور بھوسے

سے پاک سفید آٹے میں ہوتا ہے۔ یہ آسانی سے ہضم ہو جاتا ہے اور خون کے بہاؤ میں شکر رواں کرتا ہے۔ گویا یہ لگ مارنے کا کام کرتا ہے جس سے توانائی بڑھ جاتی ہے۔ اگر آپ اس قسم کی غذا نہیں کھا کر اپنی توانائی کو بڑھانے کا موقع نہیں دیتیں تو پھر آپ کا جسم خود کار طور پر یہ توازن برقرار رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور خون کے بہاؤ میں انسولین کی ریلوے جار کی کڑے شکر کی کمی کا از گلہ کرتا ہے تاہم بہت زیادہ میٹھا شیا کھانے کے بعد آپ اپنے آپ کو پہلے سے زیادہ تھکے ہوئے اور بے جان محسوس کریں گے۔

کیفین، کافی چائے اور جاکلیٹس میں پایا جاتا ہے۔ یہ اعصابی نظام میں بیجان پیدا کرتا ہے اس سے دل کی دھڑکن بڑھتی ہے اور یہ وقتی طور پر متحرک پیدا کرنے والی شے ہوتی ہے چنانچہ ایک دن میں تین پیالیوں سے زیادہ چائے یا کافی نہ پی جائے اس کی کو بڑی بوٹیوں سے

تیار شدہ چائے معدنی پانی اور پھلوں کے رس کی مدد سے پورا کرنے کی کوشش کریں۔

کیا آپ تمباکو نوشی کرتے ہیں اگر ایسا ہے تو یاد رکھیں کہ تمباکو نوشی تھکن کا احساس بڑھاتی ہے۔ سگریٹ کا دھواں خون کے بہاؤ کو زہر پلا بنا دیتا ہے اور جسم میں آکسیجن کی کمی پیدا کرتا ہے اس کے علاوہ یہ حیات لازمہ کے طبعی عناصر مثلاً وٹامن سی اور جبت (زنک) کو بھی تباہ کر دیتا ہے۔ لہذا اپنے کھانے میں سبزیاں اور پھل ضرور شامل دیکھئے۔ اور وٹامن سی کی ایک گولی اضافی طور پر استعمال کریں۔

نمک کا زیادہ استعمال پانی کے اخراج کو روکنے تھکن اور بلڈ پریشر میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔ یہ نمک (سوڈیم) عام طور پر پہلے سے تیار شدہ کھانوں میں پایا جاتا ہے چنانچہ جہاں تک ممکن ہو سکے تازہ کھانا کھائے اور اپنے کھانوں میں مزید نمک شامل کرنے سے گریز کیجئے۔

کھانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تھوڑا تھوڑا کھایا جائے اور وقفے وقفے سے دہرین چار گھنٹے کے بعد کھایا جائے یہ عمل خون میں شکر کی مقدار متوازن رکھتا ہے اس طرح جسم سے توانائی کا اخراج آہستہ ہوتا ہے۔ خون میں پانی کی مقدار

بڑھاتا ہے۔

وٹامن بی جسم میں شکر کی مقدار پر مثبت اثرات مرتب کرنے اور توانائی کے اخراج کے سلسلے میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ میٹھی اشیاء کی خواہش کے خلاف لڑا جائے۔ وٹامن بی کا مقدار پڑ پڑ اپنی اور بے چینی پیدا کر سکتا ہے۔ وٹامن سی کے حصول کے لیے تازہ پھل سبزی غذائیت سے بھرپور اناج کا ناشتہ بہتر ہی ذرا لے ہیں۔

آئرن (فولاد) ایک ایسی غذا ہے جس میں فولاد کم ہو آپ کو سست اور تھکا ہوا بنا دے گی۔ فولاد حاصل کرنے کے لیے اناج بلیچی گئے سادہ چاکلیٹ انڈے گائے کا گوشت اور بھوئی والے آٹے کی روٹی استعمال کرنی چاہئے اگر آپ مال ہی میں کسی بیماری سے دوچار ہوئے ہوں تو ایک لیٹی وٹامن فولاد پر مشتمل خوراک آپ کے لیے مفید ثابت ہوگی۔

اپنے جسم میں فولاد جذب کرنے کا گنجائش پیدا کیجئے ایسے کھانے یا مشروبات استعمال کریں جن میں وٹامن سی کا زیادہ ہو اور زیادہ مقدار میں فولاد بھی شامل ہو یا پھر الگ سے اضافی طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے انڈے والا سینڈویچ کھاتے ہوئے اس میں سلاڈ ضرور شامل کیجئے۔

گوشت کھانے کے بعد پھل ضرور

کھائیے یا صبح ناشتہ پر دلیہ کے ساتھ اور بج جس رات لے کارس) پیا کریں۔

پانی: پانی آپ کے جسم میں ایک ایسی چیز ہے جس کے بغیر کچھ نہیں کیا جا سکتا آپ کو ایک دن میں کم از کم اڑھائی لیٹر پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ پانی اگر چہ چائے کافی اور جو میں شامل ہوتا ہے تاہم اس کا زیادہ حصہ خارج ہو جاتا ہے ورنہ زخمی کرنے کی صورت میں مزید پانی پینے کی شکل میں خارج ہو جاتا ہے لہذا مشق ختم کرنے کے بعد اپنے پانی کی مقدار میں اضافہ ضرور کیجئے۔

شکر سے بچنا سیکھیے ان تمام اشیاء کے نام پہچان لیجیے اور یاد رکھیے۔ جن میں شکر بہت زیادہ مقدار موجود ہوتی ہے اور ان سے آپ کو پرہیز کرنا ہے۔ اناج کی مختلف صورتوں میں چار پانچ قسم کی مٹھاس ہوتی ہے۔ جب آپ کوئی ایسی شے کھاتے ہیں جس کے اجزائے ترکیبی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں شکر کم ہے لیکن اس چیز کے ساتھ دوسری اشیاء کھانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ درحقیقت بہت زیادہ مٹھاس والی خوراک کھا رہے ہوتے ہیں۔ جن اشیاء میں بہت زیادہ مٹھاس (شکر) ہوتی ہے وہ یہ ہیں گلو کو زاستور (مکئی کا عرق) رس دار پھل مانے شہد اور گے کارس۔

سیکس کے اثرات جب آپ کو کھانے کی خواہش ہو تو کچھ اچھے اور متوازن سیکس استعمال کیجیے مثلاً کیلا یہ ریشے سے بھرپور نشاستہ کا مرکب ہوتا ہے اس کے علاوہ اس میں پوٹاشیم کی بڑی مقدار شامل ہوتی ہے جو اعصابی نظام کی ترسیل میں مدد کرتا ہے۔ اس میں وٹامن بی ۶ ہوتا ہے جو انٹی ڈپریشن ڈپرموڈیشن (وٹامن کہلاتا ہے۔

بیج: یہ لحمیات (پر وٹین) سے بھرپور ہوتے ہیں یہ اعصابی نظام کو تقویت پہنچاتے ہیں اسے بہت زیادہ نہ کھایا جائے کیونکہ اس میں پکنائی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ شکر سے پاک جب کے ایک برکت کی کچی کو اچھی طرح پر کرنے کے لیے جو کے آٹے سے بنے کیک موزوں ہیں جو کی بھوسی خون میں کو لیٹرول کی مقدار کم کرنے کے لیے بہترین ہے۔

پھل: دن میں دو دفعہ پھل استعمال کرنے چاہئیں جن میں وٹامن سی اور ریشے زیادہ ہوں جیسا کہ سیب کے مقابلے میں موسمی میں زیادہ ریشے ہوتے ہیں۔ مکئی کے بھنے ہوئے دانے، اس میں ہر اسے بہت کم ہوتے ہیں اور ریشے زیادہ ہوتے ہیں اس میں ٹیکین دانوں کا انتخاب کرنا چاہئے۔ ناشتہ صبح کا ناشتہ بہت اہم ہے اس سے قبل کہ آپ گھر سے نکلیں یا دوسرے کام

شروع کریں کچھ کھالیجیے۔ یہ کھانا دن بھر میں آپ کی توانائی برقرار رکھنے میں مدد دیتا ہے۔ اگر آپ آٹھ گھنٹے دیا اس سے کچھ کم یا زیادہ وقت میں کچھ نہ کھائیں تو آپ کے خون میں شکر کی مقدار بہت کم ہو جاتی ہے۔ دوپہر کا کھانا۔ آپ دن کے وسط میں کیا کھانا پسند کریں گے؟ ایسا کھانا جو دوپہر کے وقت میں آپ کی کارکردگی پر اثر انداز ہو۔ ہلکا مگر بھرپور کھانا منتخب کیجئے۔ اور آہستہ آہستہ جیسا کہ کھائیں پکنائی والے کھانے سے پرہیز کیجئے کیونکہ اسے ہضم کرنے میں آپ کے جسم کی زائد توانائی خرچ ہوگی۔ اسی طرح بہت زیادہ مٹھاس رکھنے والی سوئیٹ ڈشز کو بھی نظر انداز کر دیں۔

رات کا کھانا۔ پرسکون نیند سونے اور صبح کو ہشاش بشاش بیدار ہونے کے لیے رات کا کھانا احتیاط کے ساتھ منتخب کیجئے۔ زود ہضم کم پکنائی والی غذا میں تازہ پھل اور سبزی پر مشتمل خوراک بہترین ہے آپ کو چاہئے کہ سونے سے کم از کم دو گھنٹے قبل کھانا کھائیں تاکہ آپ کے معدے کو غذا بہتر طور پر ہضم کرنے کا وقت مل سکے۔

غلط انتخاب۔ اناشتہ میں استعمال ہونے والے اناج کے لیبل کا جائزہ لے لیجیے کیونکہ بہت سے صحت بخش اناج بہت زیادہ شکر کے حامل ہوتے ہیں۔

۱۔ جام اور شہد جو ٹوسٹ کے ساتھ

استعمال کے جلتے ہیں کم از کم پہاں فی صد شکر رکھتے ہیں لہذا اگر کم شہد اور ایسی ہی دوسری مٹھاس والی اشیاء سے اجتناب کرنا چاہئے۔

۳۔ پوری طرح یا زیادہ دیر تک پکے ہوئے کھانے کو ہضم کرنا مشکل ہوتا ہے اور یہ

خوشالے دیدہ مینا خوشالے تاب گویائی قدم چومے ہیں ان جو دلنے ازواج بیبرم کے وہ ازواج بیبرم وہ مقدس ما میں امت کی ٹکے سرفرازی ان کو جو نبوی تکلم سے ہے یہی جلوہ گر برسوں شہ دنیا ورس ان میں سلام بے نہایت ان مبارک آستانوں پر یہ وہ دریں جہاں نم ہیں جبینیں علم و عرفاں کی یہ کاشانے نظر ہرے نیا زربٹ زینت ہیں یہیں سب سول پہلے نفاذ آئین فطرت کا یہاں ہر صبح گویا ہے یہاں ہر شام بینا ہے یہاں دیکھتے چشم آسمان نے علم یعقوبی یہاں تقدیس کے جادوؤں سے ترقیب ضیائے شب میں یہاں خراطد ہستے بلیوں کی سانس رکھتے ہیں یہاں ذرے ہیں رنشدہ نہ نور شید ہستے ہیں یہاں اکرام کی ہیبت ابھی تک پائی جاتی ہے ننگا میں اٹھ نہیں سکتیں زباں تھرائی جاتی ہے

آپ کو سستی کا احساس دلاتا ہے ۱-۴۔ انڈوں کے سینڈویچ اور جینکا پھلی میں بہت زیادہ پکنائی ہوتی ہے۔ ۵۔ فردٹ سلاڈ بالائی کے ساتھ بہت زیادہ پکنائی کی حامل ہوتی ہے۔

امرات المؤمنین کے حجرات

محمد عبداللہ مشہور بحرائی

مری قسمت مجھے جنت کے دروازوں پر لے آئی یہ گوارے میں جنت کے یہ سرچشمے ہیں کوثر کے خدانے جن کی عظمت دنی خدانے جن کی عزت دنی کہیں بڑھ کر میں بسکں سرد نور شید و انجم سے فلک سے بار بار ترس میں جبریل امین ان میں فرشتے بھی ادب کرتے ہیں ان کا آسمانوں پر یہاں درستی میں بسے عظمتیں تاریخ انساں کی مگر از سر تا پا گنجینہ ایمان و حکمت ہیں یہیں سلسلہ جمیل جہاں میں دین فطرت کا یہاں اکل یک شے رنگ فروغ طور سینا ہے جمال یوسفی عزم کلیمی صبر ایوبی یہاں در بانیاں کر قلبے جردوں کی حیا شب میں یہاں سقف فلک محراب بنتی اور جھکتی ہے یہاں فطرت کی سرگوشی درود یوار سنتے ہیں

۱۹۹۶

عافیت کی قدر

کی قدر نہیں جانتا تھا عافیت کی قدر
دراصل مصیبت میں گرفتار ہونے والی
ہی جانتا ہے۔

جس شخص کا پیٹ بھرا ہوا ہو
اسے جرکی روٹی اتنی نہیں معلوم ہوگی
بہشت میں رہنے والوں کے لیے
اعراف دوزخ ہے اور دوزخ میں
رہنے والوں کی نگاہ میں اعراف
بہشت ہے۔

بیمار بادشاہ

ایک عجیب بادشاہ بیمار پڑ گیا بڑھاپے
کا وقت تھا اور اس کو اب اپنی زندگی
کی امید نہیں تھی بادشاہ اپنی زندگی
بے کار ضائع ہلنے پر کف انوس
مل رہا تھا۔ اچانک ایک سوار بادشاہ
کے کمرے میں داخل ہوا اور اس نے
خوش خبری سنائی، بادشاہ سلامت!
آپ کے اقبال کی بلندی سے ہم نے
نلان نلان قلعہ فتح کر لیا ہے اور تمام
دشمن گرفتار کر لیے گئے، امید تعلق
کی نوح اور رعایا مکمل طور پر مطیع
ہو گئی ہے۔

بادشاہ نے یہ سن کر ایک ٹھنڈی
سانس لی اور تاسف سے کہا یہ دشمنی
(باقی صفحہ پر)

خاموش کر دیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔
عقل مند آدمی نے حکم دیا کہ غلام
کو دریا میں ڈال دو۔ جب اس نے
پانی میں کئی غوطے کھا لیے تو اس
کے حکم سے چند آدمی غلام کو پکڑ
کر کشتی کے پاس لائے تاکہ وہ
کشتی کا کنارہ پکڑے۔ جیسے ہی بال
پکڑ کر غلام کو کشتی کے پاس لایا گیا
وہ دونوں ہاتھوں سے کشتی پکڑ کر
لٹک گیا اور کشتی پر چڑھ کر ایک کونے
میں خاموشی سے بیٹھ گیا۔

اب غلام نے دنا دھونا بالکل
بند کر دیا تھا یہ دیکھ کر بادشاہ
کو بہت حیرت ہوئی اس نے عقل مند
آدمی سے پوچھا، اس کام میں کیا
حکمت تھی؟

عقل مند آدمی نے جواب دیا :
اس واقعہ سے پہلے یہ غلام دریا میں
ڈوبنے کی مصیبت سے ناواقف تھا
اور کشتی میں سلامتی کے ساتھ بیٹھنے

ایک عجیب غلام بادشاہ کے ساتھ
کشتی میں بیٹھا تھا۔ غلام نے اس سے
پہلے نہ تو کبھی دریا دیکھا تھا اور نہ ہی
وہ کبھی کشتی میں سوار ہوا تھا۔
جب کشتی دریا کے بیچ میں پہنچی
تو وہ غلام خوف و دہشت سے تھر
تھر کانپنے لگا اور رونا دھونا
شروع کر دیا۔ بادشاہ کی طبیعت
اس غلام کے رونے دھونے سے
سخت تڑپ ہو رہی تھی کیونکہ نازک
طبع لوگوں کو ایسی باتیں سخت
ناگوار محسوس ہوتی ہیں۔ لیکن اس سٹلے
کا کوئی حل بادشاہ کی سمجھ میں نہیں
آ رہا تھا۔

کشتی میں بادشاہ کے ساتھ ایک
عقل مند آدمی بھی سوار تھا اس نے
بادشاہ سے کہا، اگر آپ اجازت
دیں تو میں غلام کو ایک تدبیر سے
خاموش کر دوں۔
بادشاہ نے کہا، اگر آپ اسے

اقامہ اللہ واقامہا کہے حضرت
ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت
کہنے لگے اور جب وہ قدامت
الصلوٰۃ پر پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا اقامہ اللہ واقامہا
اور باقی اقامت کے وقت آپ نے
وہی الفاظ کہے جو اذان کے وقت
کہے جاتے ہیں۔ (ابوداؤد)
سوال: بعض لوگ نماز میں ڈکار کیسے ہیں
جس سے آس پاس کے لوگوں کو بڑی
کراہت ہوتی ہے دوران نماز
ڈکار لینا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: نماز میں ڈکار لینا مکروہ ہے اس
کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے
اور جہاں تک ہو سکے اگر ڈکار لینا
ہی پڑے تو آواز پست رکھے۔

سوال: کیا وتر کی نماز بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں؟
جواب: بلا عذر وتر بیٹھ کر ادا کرنے سے نماز
نہیں ہوتی ہے اور اگر کھڑے ہونے
پر قدرت نہ ہو تو مجبوری میں بیٹھ
کر پڑھنا جائز ہے۔

سوال: کیا رمضان کے علاوہ وتر کی نماز جماعت
سے پڑھ سکتے ہیں؟
جواب: نہیں، تنہا پڑھنا چاہیے اس کا
ثبوت نہیں ملتا کہ رمضان کے علاوہ
وتر جماعت ادا کی گئی ہو۔

سوال: بعض لوگ مسجد میں ایک جگہ مخصوص
کر لیتے ہیں وہیں نماز پڑھتے ہیں
شرعاً یہ کیسا ہے؟
جواب: مسجد میں نماز کے لیے ایک جگہ
خاص کر لینا مکروہ ہے۔ حضرت
عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے کوٹے کی طرح ٹھونگیں مارنے اور
درندے کی طرح ہاتھوں کو بچھلنے
اور مسجد میں اونٹ کی طرح ایک جگہ
خاص کر لینے سے منع فرمایا ہے۔

سوال: کیا اذان کی طرح اقامت کا جواب
بھی دینا چاہیے۔
جواب: جہاں شخص اقامت سنے اس کے لیے
مستحب ہے کہ وہ بھی اقامت کے
کلمات دہرائے اور حی علی الصلوٰۃ
اور حی علی الفلاح کے وقت
لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور
قد قامت الصلاۃ کے وقت

سوال: اگر زوال سے پہلے جمعہ کی اذان
دے دی گئی تو وہ اذان معتبر
ہوگی یا نہیں؟
جواب: نماز جمعہ کا وقت چونکہ زوال سے
شروع ہوتا ہے اس لیے زوال
سے پہلے جمعہ کی اذان غیر معتبر ہوگی
زوال کے بعد دوبارہ اذان دینا ہوگی



محمد صلی اللہ علیہ وسلم